دسمبر ۹۹۵

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

اس شمارے کا خاص مضمون

امریکی معاشرے کے نئے رجحانات اور تارکین وطن کے لیے

امیر تنظیم اسلامی کا ایک فکر انگیز خطاب جمعہ

یکے از مطبوعات

تنظیم اسلامی

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے جاری کردہ

خط و کتابت کورس :

قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی

سے استفادہ کیجئے!

نیز

اللہ کے پر تاثیر کلام سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کی خاطر عربی زبان سیکھنے کیلئے' تو اس کے ابتدائی قدم کے طور پر

عربی گرائمر خط و کتابت کورس (حصہ اول و دوم)

میں داخلہ لیجئے!

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس کے حصول کے لئے رابطہ کیجئے :

شعبہ خط و کتابت کورسز' قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون:5869501

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ میثاق لاہور

جلد: ۴۴
شمارہ: ۱۲
رجب المرجب ۱۴۱۶ھ
دسمبر ۱۹۹۵ء
فی شمارہ ۱۰/-
سالانہ زرتعاون -/۱۰۰

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

- ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر 10 امریکی ڈالر
- سعودی عرب' کویت' بحرین' عرب امارات
  قطر' بھارت' بنگلہ دیش' یورپ' جاپان 17 امریکی ڈالر
- امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ 22 امریکی ڈالر

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاهور

مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاهور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700۔فون: 03۔02۔5869501
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67۔گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور' فون: 6305110
پبلشر: ناظم مکتبہ' مرکزی انجمن ٭ طابع: رشید احمد چودھری ٭ مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرض احوال —— ۳
حافظ عاکف سعید

☆ احوال و ظروف —— ۵
ملکی و ملی مسائل کے بارے میں امیر تنظیم اسلامی کا نقطہ نظر

☆ تذکرہ و تبصرہ —— ۷
امریکی معاشرے کے نئے رجحانات اور تارکین وطن کے لئے لمحہ فکریہ
ڈاکٹر اسرار احمد

☆ گوشہ خواتین —— ۲۹
تہذیب الاطفال (۲)
بیگم ڈاکٹر عبد الخالق

☆ افکار و آراء —— ۳۷
○ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کرنے والے.....
گل محمد قریشی
○ مسلمانان پاک و ہند و بنگلہ دیش --- عظیم ورثہ ' مخدوش مستقبل
مختار حسین فاروقی

☆ روداد اجتماع —— ۴۷
عالمی احیاء خلافت کانفرنس کی مفصل روداد
رفاقت علی شاہد

☆ اشاریہ —— ۷۱
میثاق کی جلد ۴۳ و ۴۴ کے مضامین کی مکمل فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

مسئلہ کشمیر کا جو حل امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ڈیڑھ ماہ قبل مینارِ پاکستان کے سبزہ زار میں اپنے خطاب جمعہ میں تجویز کیا تھا اور جس کی مزید وضاحت اس کے چند روز بعد ایک پریس کانفرنس کے ذریعے کر دی گئی تھی' اس کے حق میں اور اس کے خلاف اگرچہ بہت سی باتیں کہی گئی ہیں' لیکن متعدد سنجیدہ حلقوں نے اعتراف کیا ہے کہ صورت حال کا جو تجزیہ امیر تنظیم نے پیش کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور اس کے حل کے لئے ہمیں انہی خطوط پر سوچنا ہو گا جس کی نشاندہی امیر محترم نے کی ہے۔ ہماری یہ خواہش اپنی جگہ کہ پورے کشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہونا چاہئے لیکن عالم واقعہ میں اس کا امکان دور دور نظر نہیں آتا اور اس "استخوانِ نزاع" کے باعث دو طرفہ کشیدگی کے بدترین نتائج گزشتہ نصف صدی سے ہم بھگت رہے ہیں۔

ہمیں اندازہ ہے کہ ہمارے بہت سے کشمیری بھائیوں کو بھی محترم ڈاکٹر صاحب کا تجویز کردہ حل پسند نہیں آیا ہو گا' بالخصوص ہمارے وہ کشمیری بھائی جو پورے کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے شدت سے متمنی تھے اور برس ہا برس سے اس سہانی صبح کے منتظر تھے جب پورا کشمیر ایک وحدت کی صورت اختیار کرے' ہمیں ان کے جذبات کی قدر بھی ہے اور احساس بھی۔ لیکن جو مسئلہ گزشتہ پچاس برسوں میں حل نہ ہو سکا اسے آئندہ بھی غیر معینہ مدت تک لٹکائے رکھنا کسی کے بھی مفاد میں نہیں ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ پاکستان میں اتنا دم خم موجود نہیں ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر کو بھارت کے تسلط سے نجات دلا سکے۔ پورے کشمیر کو یو این او کی افواج کی مدد سے ایک آزاد ریاست کی صورت میں خود مختاری دے دینا' بالواسطہ طور پر یہود کے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے ایک اڈا فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ بات بھی پاکستان کے مفاد میں تو یقیناً نہیں ہے' مآل کار کشمیری مسلمانوں کے مفاد میں بھی نہیں ہے۔ ان دو باتوں کو تسلیم کرنے کے بعد اب اس کے سوا اور کون سا حل باقی رہ جاتا ہے جو محترم ڈاکٹر صاحب نے تجویز کیا ہے۔ (واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب کی اس تجویز پر مشتمل ان کا تفصیلی بیان جو تحریری صورت میں پریس کانفرنس میں پیش کیا گیا تھا گزشتہ میثاق میں شائع کیا جا چکا ہے)

ایک اور بات کی وضاحت بھی یہاں مناسب رہے گی۔ امیر تنظیم کی اس بات کو کہ اب آزاد کشمیر میں بھی بہت سے لوگ تھرڈ آپشن کی بات کرنے لگے ہیں اور پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کی بجائے' کشمیر کو بالکل "آزاد" دیکھنا چاہتے ہیں' بعض حلقوں نے خلاف واقعہ قرار دیا۔ ان حلقوں کا خیال یہ تھا کہ کشمیر میں اس نوع کی کوئی سوچ موجود نہیں ہے۔ ہم حیران ہیں کہ حقائق سے چشم پوشی کو ہم نے اپنا شعار کیوں بنا رکھا ہے! حقیقت یہ ہے کہ آزاد کشمیر کے رہنے والوں میں ایک ایسی مضبوط لابی وجود میں آچکی ہے جو تھرڈ آپشن کو اپنی ترجیح اول قرار دیتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے میں وہ ایک حد تک حق بجانب بھی ہیں۔

اگر ہم نے پاکستان کو فی الواقع اسلام کا گہوارہ اور ایک نمونے کی اسلامی ریاست بنایا ہوتا تو ہمیں اپنے کشمیری بھائیوں کے اس طرز فکر پر اعتراض کا حق تھا۔ ہم نے گزشتہ پچاس برسوں میں مملکت خداداد پاکستان کا آدھا حصہ گنوا دیا اور بقیہ آدھے کو امریکہ اور اس کے مفادات کے محافظ اداروں یعنی ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے پاس گروی رکھوا دیا ہے۔ پاکستان ایک "مثالی اسلامی ریاست" بننے کی بجائے ایک عبرتناک سیکولر ریاست بن چکا ہے جہاں اسلامی اصولوں ہی کی نہیں جمہوریت اور عام انسانی اخلاقیات کی بھی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں۔ جس کی معیشت پر اکثر و بیشتر نزع کا عالم طاری رہتا ہے۔ یہاں اقتدار پر جو بھی قابض ہو جاتا ہے وہ ملکی مفادات کا تحفظ کرنے کی بجائے قوم کے حق میں ڈاکو اور لٹیرا ثابت ہوتا ہے۔ ان حالات میں ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم کشمیریوں سے یہ توقع رکھیں کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کو ترجیح دیں گے۔ تاہم مسلمانان کشمیر، مسلمانان پاکستان اور امت مسلمہ کے وسیع تر مفاد کو اگر مدنظر رکھیں تو وہی حل قابل عمل نظر آتا ہے جو محترم ڈاکٹر صاحب نے پیش فرمایا ہے۔

ذیل میں ہم ایک قابل احترام کشمیری عالم دین کے خط سے ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں جو انہوں نے حال ہی میں محترم ڈاکٹر صاحب کی تجویز کے رد عمل کے طور پر اپنے ایک لاہوری دوست کے نام جو تنظیم اسلامی کے ایک فعال رکن ہیں، تحریر فرمایا ہے۔ مراسلہ نگار ایک عرصہ لاہور کی ایک اہم مسجد میں خطابت کی ذمہ داری نبھاتے رہے، آج کل آزاد کشمیر میں محکمہ قضاء میں قاضی کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں دینی ذہن رکھنے والے سنجیدہ لوگوں کا انداز فکر اب کیا رخ اختیار کر چکا ہے۔ خط کا صرف متعلقہ حصہ پیش خدمت ہے :

> "کشمیر کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کا بیان اخبار میں پڑھا۔ یہ بھی ایک حل ہے مسئلہ کا مگر ہمارے خیال میں اس سے بھی بہتر حل یہ ہے کہ سارا کشمیر ایک مستقل ریاست اور نیا ملک بنے جس میں اہل کشمیر کی اپنی حکومت ہو۔ کشمیر کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے آرپار بانٹ دینا ناقابل قبول تصور ہے۔ اسی طرح کشمیر کا پاکستان کے حوالے ہو جانا بھی ناقابل عمل ہے جو بھارت کو کسی صورت منظور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس موہوم اور غیر یقینی منزل کے لئے کشمیر کے انسانوں کا شب و روز خون بہتے رہنا بھی بے فائدہ ہے۔ نہ کشمیریوں کے فائدہ میں ہے نہ پاکستان کے، کیونکہ جب آخری کشمیری بھی نہ رہے گا تو زمین کشمیر پھر ہندوستان کے قبضہ میں ہی رہے گی۔ یہ صرف بھارت کے فائدے میں ہے۔ اس لئے کشمیر کے پاکستان یا ہندوستان سے الحاق کی بات حقائق زمانہ سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ ہندوستان کے ساتھ اسلامیان کشمیر الحاق کا سوچ بھی نہیں سکتے جبکہ پاکستان سے الحاق کی بات آخری کشمیری کا خون بہہ کر بھی ممکن نہیں ہے۔ اہل پاکستان کو مشرقی سرحد پر ایک آزاد اسلامی ملک کا وجود میں آنا ناگوار نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے فطری راستے اور تعلقات پاکستان سے ہی ہوں گے۔ البتہ یہ شکل ہندوستان کے لئے قابل قبول ہو سکتی ہے جبکہ الحاق پاکستان کا تصور اس کے لئے ناقابل قبول ہے۔ اس کی بڑھتی ہوئی بے تحاشا آبادی میں سے ایک کروڑ یا دو کروڑ انسان بھی کشمیر کے لئے مارے جائیں تو اسے پھر بھی فائدہ ہے۔ ایک آبادی کا دباؤ کم ہو گا دوسرا ایک وسیع و عریض ریاست اس کے قبضہ میں آ جائے گی"۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

آئندہ انتخابات میں پھر جوتیوں میں دال بٹے گی!

دعوت و تنظیم کے مراحل سے گزرے بغیر کوئی انقلابی تحریک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی!!

امیر تنظیم کے ۱۷/ نومبر کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور ۷ انومبر (پ ر) آنے والے انتخابات میں مذہبی سیاسی جماعتوں کی غلط حکمت کے باعث پہلے کی طرح پھر جوتیوں میں دال بٹے گی۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دار السلام میں خطاب کرتے ہوئے کہی۔ جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں محترم قاضی حسین احمد کی دعوت پر ایک سیشن میں بطور مبصر اپنی شرکت کا ذکر کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ اگرچہ بعض اعتبارات سے یہ ایک بڑا اجتماع تھا، جس پر قاضی صاحب داد کے مستحق ہیں تاہم اس میں اس روایتی نظم و ضبط کا فقدان نظر آیا جو جماعت کی تاریخ کا امتیاز رہا ہے۔ اجتماع کے موقع پر عوام الناس کے لئے کسی نوعیت کا پیغام اور جماعت اسلامی کے کارکنوں کے لئے آئندہ اختیار کی جانے والی حکمت عملی بھی واضح ہو کر سامنے نہیں آئی۔ انہوں نے کہا قاضی حسین احمد ایک جانب ایرانی انقلاب کی طرز کی جدوجہد اور جہاد کمیٹیوں کی بات کرتے ہیں مگر عملی طور پر قاضی صاحب کی نئی سیاسی حکمت عملی کا "پرنالہ" پہلے کی طرح اب بھی پرانی جگہ پر ہی گر رہا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کسی عوامی تحریک کو کنٹرول کرنے کے لئے انتہائی منظم جماعت کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے کارکنوں کی معاش اور معاشرت اسلام کی روشنی میں استوار ہو چکی ہو۔ انہوں نے کہا دعوت و تنظیم کے کٹھن اور طویل سفر کے بعد ہی کامیاب تحریک برپا کی جا سکتی ہے۔

فوجی افسروں کی گرفتاری کے حوالے سے وزیر دفاع اور وزیر اعظم کے بیانات کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا اگر یہ اطلاع درست ہے کہ فوجی افسر کسی انقلاب کے لئے کوشاں تھے تو ہمارے فوج میں شامل رہتے ہوئے کسی انقلاب کی کوشش کرنا در اصل فوج کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔ انقلاب اسلامی کے خواہش مند فوجی افسروں کو وردی اتار کر دین کی دعوت اور تنظیم کے مراحل طے کرنے کے لئے میدان میں آنا چاہئے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا میں اپوزیشن کے اس مطالبے کی پر زور تائید کرتا ہوں کہ زیر حراست فوجی افسروں کے خلاف کی جانے والی عدالتی کارروائی بند کمرے میں نہیں کھلی عدالت میں ہونی چاہئے۔

اسرائیلی وزیر اعظم اضحاک رابن کے قتل کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ مذہبی اور سیکولر یہودیوں کے مابین اختلاف کی جنگ جاری ہے۔ مذہبی یہودی گریٹر اسرائیل قائم کرنا چاہتے ہیں جب کہ سیکولر یہودی اور امریکہ دونوں "نئے عالمی مالیاتی نظام" کے ذریعے عربوں کو اپنے

زیر کنٹرول رکھنا چاہتے ہیں۔ اسرائیل کی طرف سے مقبوضہ عرب علاقوں کی واپسی اور فلسطینی حکومت کو بعض علاقوں میں داخلی خود مختاری کے حامل امن معاہدے اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ انہوں نے کہا سیکولر اور مذہبی یہودی دونوں مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر پر متفق ہیں۔ اسرائیلی کسی بھی وقت مسجد اقصیٰ کو شہید کر دیں گے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے خبردار کرتے ہوئے کہا مسجد اقصیٰ کی شہادت پر امت مسلمہ بابری مسجد کی طرح خاموش نہیں رہے گی۔ سعودی عرب میں قائم امریکی فوجی اڈے میں کامیاب بم دھماکہ آنے والے حالات کی نشاندہی کر رہا ہے اور عرب ممالک پر ہولناک تباہی و بربادی وارد ہونے والی ہے جب کہ مسلمان ممالک کے حکمران یہودی استعمار کی کٹھ پتلیوں اور ان کے ایجنٹوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی نے خدا اور مذہب سے دوری اختیار کرنے والی موجودہ تہذیب کو دجالی تہذیب قرار دیتے ہوئے کہا اس تہذیب نے انسانوں کی عظیم اکثریت کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ جس کی ظاہری شان و شوکت سے متاثر ہو کر انسان دنیا کی محبت کے فتنے کا شکار ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام قوتوں کو انسان کے حوالے کرکے اسے دنیا کا وائسرائے یعنی خلیفہ بنا دیا۔ اسی الٰہی خلافت کی بگڑی ہوئی اور مسخ شدہ شکل ہی دجالی فتنہ ہے۔ OO

جاری کردہ
ڈاکٹر عبد الخالق
ناظم شعبہ نشر و اشاعت

بقیہ : عرض احوال

اس خط کے بعد بھی اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ کشمیر میں تھرڈ آپشن کی حمایت میں کوئی آواز نہیں اٹھ رہی اور وہاں سب الحاق پاکستان کے حق میں ہیں' تو یہ حقائق سے چشم پوشی نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ ☆ ☆

تنظیم اسلامی کے بیسویں سالانہ اجتماع کے موقع پر منعقد ہونے والی پہلی عالمی احیاء خلافت کانفرنس کی قدرے مجمل رپورٹ "ندائے خلافت" کے گزشتہ شمارے میں شائع کی جا چکی ہے۔ اس کانفرنس کی ایک مفصل رپورٹ معاصر جریدے ہفت روزہ "زندگی" میں دو اقساط میں شائع ہوئی ہے جسے ان کے نمائندے رفاقت علی شاہد نے بڑی عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ اس رپورٹ کو املا کی تصحیح اور الفاظ کی اصلاح کے ساتھ زیر نظر شمارے میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

امریکی معاشرے کے نئے رجحانات اور تارکین وطن کے لئے لمحۂ فکریہ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ۱۳/ اکتوبر ۹۵ء کا خطاب جمعہ

نَحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم --- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ○﴾

صدق اللہ العظیم

میرا حالیہ بیرونی سفر قریباً ڈیڑھ ماہ کا رہا ہے' جس میں سے ۳۶ دن امریکہ میں' ۶ دن لندن میں اور ۳ دن آمد و رفت میں گزرے۔

حالیہ سفر امریکہ کی مصروفیات

ان میں میری اہم ترین مصروفیت اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ (ISNA) کے کنونشن میں شرکت تھی' جو امریکی مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ آج سے قریباً ۳۳ سال قبل ۱۹۶۲ء کے آس پاس امریکہ میں ایک تنظیم مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (MSA) قائم ہوئی تھی۔ جو لوگ یہاں سے تعلیم حاصل کرنے وہاں مختلف یونیورسٹیوں میں گئے تھے' وہاں پر انہیں اس ضرورت کا احساس ہوا کہ نماز کہاں ادا کریں' جمعہ کا کیا نظام ہو اور کس طرح ہو؟ چنانچہ اس کے لئے انہوں نے وہاں مل جل کر کچھ انتظامات کی کوشش کی۔ پھر وہاں پر ان کے تشخص اور identity کو جو خطرہ محسوس ہو رہا تھا اس کے مقابلے کے لئے کچھ اجتماعی سرگرمیاں شروع ہوئیں۔ اس طرح ابتداءً یہاں کام طلبہ میں

ہوا تھا' لیکن ان طلبہ کی اکثریت فارغ ہو کر وہیں آباد ہو گئی تو قریباً بیس برس کے بعد وہاں پر "MSA" کی Umbrella organization (سرپرست تنظیم) کے طور پر "ISNA" کا قیام عمل میں آیا۔ اب MSA اس کی ایک ذیلی تنظیم ہے۔ اس کے علاوہ اس کی اور بھی بے شمار ذیلی تنظیمیں ہیں' مثلاً اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن آف نارتھ امریکہ وغیرہ۔ ISNA کا وہاں پر بڑا وسیع و عریض ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ اور "اِسنا کنونشن" کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ اِس وقت امریکی مسلمانوں' خاص طور پر عرب اور ہندوستانی مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے' اس لئے کہ امریکہ کے مقامی افرو امریکن مسلمانوں کی اپنی علیحدہ تنظیمیں ہیں اور اس کنونشن میں ان کی شرکت اگر ہو بھی تو زیادہ تر مہمان مقررین کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ اس کنونشن کو عرب ممالک اور ہند و پاکستان سے جا کر وہاں مقیم ہو جانے والے مسلمانوں کا سب سے بڑا ثقافتی اجتماع کہا جا سکتا ہے' جس کے بہرحال بہت سے فوائد ہیں۔ البتہ اس میں دینی روح رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے اور سماجی اور قومی رنگ زیادہ نمایاں ہو رہا ہے۔ اس مرتبہ ہم نے پہلی دفعہ اس کنونشن سے دو روز قبل اسی مقام پر (کولمبس اوہائیو میں) تنظیم اسلامی کا آل امریکہ کنونشن بھی منعقد کر لیا تھا۔

امریکہ روانگی سے قبل اگرچہ مجھے ٹائفائیڈ نے آ لیا تھا' چنانچہ میں بہت نحیف تھا اور طبیعت ابھی بحال نہیں ہوئی تھی' لیکن تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ (TINA) کا یہ پہلا کنونشن تھا اور اس میں مَیں بہرصورت شریک ہونا چاہتا تھا۔ میری بیماری کی وجہ سے ۱۸/ اگست کے بجائے ۲۸/ اگست کو یہاں سے روانگی ہو سکی تھی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس کنونشن میں بھی میری شمولیت رہی۔ TINA کا یہ کنونشن الحمد للہ بہت کامیاب رہا۔ اسنا کنونشن میں بھی تین دن متواتر فجر کے بعد میرا انگریزی میں درس قرآن ہوتا رہا اور اس کے مین سیشن میں بھی میری ایک تقریر ہوئی۔

اس کنونشن کے موقع پر بہت سے اہم لوگوں سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یوسف اسلام صاحب' جو قبول اسلام سے پہلے معروف پاپ سنگر تھے اور ان کا نام کیٹ سٹیونز تھا' وہ بھی وہاں مدعو تھے اور وہ مجھ سے ملاقات کے لئے بھی تشریف لائے۔ موصوف

لندن میں مقیم ہیں اور بہت بڑے dedicated کارکن ہیں اور "Muslim Aid" کے نام سے مسلمانوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی مسلمان کسی آفت یا مصیبت میں مبتلا ہوں ان کے لئے امداد کا بندوبست کرنا اور انگلستان میں مسلمانوں کی تعلیم کے لئے وہاں کے معیار کے مطابق ایک ادارے کا قیام ان کے بہت بڑے کارنامے ہیں۔ اسی طرح افرو امریکن مسلمانوں کی ایک اہم تنظیم کے راہنما الامام جمیل الامین اور ان کے نیویارک ایریا کے امام عیسیٰ عبدالکریم بھی وہاں تشریف لائے تھے اور ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں حضرات ان شاء اللہ ہماری عالمی خلافت کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ وہاں کی تنظیموں میں انکی واحد تنظیم ہے جو بیعت کی بنیاد پر قائم ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے ہمارے اور ان کے مابین گہری مشابہت ہے۔

اس کے علاوہ میں نے اس دفعہ اپنی تمام تر علالت کے باوجود سفر بہت زیادہ کیا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا کا شمال مشرقی کونہ جو سب سے زیادہ آباد اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے، اس میں میں نے اس مرتبہ کوئی تین ہزار میل کا سفر سڑک کے ذریعے طے کیا ہے اور بہت سے شہروں کے اندر میرے خطابات ہوئے ہیں۔ چنانچہ نیویارک میں تین خطاباتِ عام ہوئے، نیو جرسی ایریا میں دو، فلاڈلفیا کی ریاست میں ایک، سوئس برگ میں ایک، سینٹ لوئس میں ایک، شکاگو میں تین، ڈیٹرائیٹ میں تین اور مونٹریال میں چار خطابات ہوئے۔ لبک (ٹیکساس) میں بھی میرا خطاب عام ہوا۔ اس کے علاوہ ایک مرکز میں صبح کا درس ہوتا رہا۔ لندن میں بھی میرے چار خطابات ہوئے۔

ان خطابات کے بارے میں اپنا ایک تأثر میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے قریباً دو سال اپنے امریکہ کے اسفار میں میں نے مختلف جگہوں پر زیادہ خطاباتِ عام نہیں کئے تھے اور میرے پیش نظر یا تو قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا انگریزی میں ترجمہ کرانا تھا اور یا پھر انگریزی ترجمے کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کی ریکارڈنگ تھی۔ اور یوں سمجھئے کہ میں نے قریباً تین سال کے بعد اس طرح کا ایک مفصل دورہ کیا ہے اور اس کا مجھ پر ایک تأثر یہ ہے کہ اب وہاں کے مسلمانوں میں پہلے کے مقابلے میں بڑی بیداری پیدا ہو چکی ہے اور ان خطابات میں بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہاں آباد مسلمانوں

میں سے اردو بولنے والے لوگ تو پہلے ہی سے ہمارے نام اور ہمارے کام سے' میرے آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کے ذریعے سے متعارف تھے۔ لیکن اب چونکہ میں نے دو سال سے وہاں کافی تقریریں انگریزی میں کی ہیں جو ریکارڈ بھی ہوئی ہیں' بیس گھنٹے کا ایک مسلسل پروگرام بھی انگریزی میں ریکارڈ کرایا ہے' لہٰذا اس کے حوالے سے اب وہاں پر ایفرو امریکن مسلمانوں اور عرب مسلمانوں میں بھی ہمارا تعارف پہلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھ چکا ہے۔ بہرحال اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ مجھے مغربی معاشرے' خصوصاً امریکی معاشرے کی نبض پر ہاتھ رکھنے کا ذرا زیادہ موقع ملا ہے۔ میں اتنی جگہوں پر گھوما ہوں اور میں نے بائی روڈ اتنا سفر کیا ہے تو مجھے بہت زیادہ مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔

"بحروبر میں فساد" کا مفہوم

اپنے آج کے موضوع یعنی "امریکی معاشرے کے نئے رجحانات" کے ضمن میں' میں نے جس آیت کو عنوان بنایا ہے اس پر میں متعدد مرتبہ گفتگو کرچکا ہوں۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ.....﴾ "بحروبر میں فساد کا ظہور ہو چکا ہے' فساد نمایاں ہو چکا ہے"۔ اور عربی زبان میں "ظَهَرَ" کا مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کا اتنا نمایاں ہو جانا کہ وہ چھا جائے۔ اِظہار کے معنی "کسی شے کو کسی چیز پر غالب کر دینا" ہیں۔ "ظاھر" وہ شے ہے جو اپنے ماحول میں نمایاں ہو جائے۔ "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" کے الفاظ میں ایک حقیقتِ واقعی بیان کی گئی ہے کہ "بحروبر میں فساد رونما ہو چکا ہے"۔ لیکن یہ کیوں ہوا ہے؟ اللہ کو تو فساد پسند نہیں ہے۔ (اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ) اور جب اللہ کو فساد پسند نہیں ہے تو پھر یہ کیسے ہو گیا؟ کیا اللہ عاجز اور لاچار ہے کہ وہ فساد کو روک نہیں سکتا؟ درحقیقت اللہ نے انسان کی تخلیق جس اعتبار سے کی ہے اور یہ دنیا جس حساب سے بنائی ہے کہ اسے دارالامتحان رکھا ہے' تو انسانوں کے اپنے کرتوتوں کے نتائج یہاں ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک نتائج تو وہ ہوں گے کہ جن کا روزِ قیامت کو اعلان ہو گا اور پھر اخروی زندگی میں جن کا ظہور ہو گا' لیکن کچھ اجتماعی معاملات کے نتائج یہاں بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس موضوع پر میرا ایک مفصل مقالہ "قرآن حکیم کا قانونِ

عذاب" کے عنوان سے میری کتاب "سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل" میں شامل ہے۔ زیر نظر آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ" یعنی اس فساد کا سبب لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ ان کے اپنے ہاتھوں کے کرتوت ہیں کہ جن کی وجہ سے بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے۔ تاہم اس میں اللہ کی ایک حکمت بھی ہے: ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ "تا کہ اللہ انہیں اپنے کرتوتوں کا کچھ مزہ چکھائے"۔ پورا مزہ تو وہ آخرت میں چکھائے گا، پوری جزا و سزا تو وہاں ہونی ہے، لیکن ان کے اعمال کا کچھ مزہ انہیں یہاں مل جائے۔ پھر اس حکمت میں مزید حکمت یہ ہے کہ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ "شاید کہ یہ لوٹ آئیں"۔ شاید کہ ہوش میں آ جائیں۔ گویا کہ یہ تنبیہ کے درجے کے عذاب ہیں جو دنیا میں آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ اور یہ اس لئے ہیں کہ لوگ ہوش میں آ جائیں، جاگ جائیں۔ لوگ اپنی عیاشی میں پڑے ہوئے ہوں، خوشحالی میں مست ہو گئے ہوں، حالات سازگار ہونے کی وجہ سے غفلت کا پردہ طاری ہو گیا ہو تو شاید کہ اس طرح سے جھنجھوڑنے سے وہ جاگ جائیں، ہوش میں آ جائیں۔

اس آیت میں "بحر و بر" کے الفاظ کا جو استعمال ہوا ہے وہ استعارۃً ہے۔ اس لئے کہ "بحر" میں فساد کی تو کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا ہو گی! لیکن بہرحال یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے۔ گویا کہ بہت عالمگیر فساد ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے اسی آیت کے حوالے سے ایک تقریر میں یہ بیان کیا تھا کہ ہمارا "بحر و بر" کیا ہے۔ کشمیر گویا کہ ہمارا سر ہے اور کراچی ہمارا پاؤں ہے جو سمندر کے کنارے کھڑا ہوا ہے۔ اور ان دونوں میں جو فساد برپا ہے اس پر بھی استعارۃً اس آیت مبارکہ کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے کہ "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ"۔ آج میں اس آیت کا حوالہ خاص طور پر اس لئے دے رہا ہوں کہ موجودہ مغربی تہذیب جس کا امام امریکہ ہے وہ بھی اِس وقت بگاڑ اور انتشار کا شکار ہو رہی ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ امریکہ سیاسی اعتبار سے تو روئے ارضی کی واحد سپریم پاور بن ہی چکا ہے، اس لئے کہ دنیا میں دو سپر پاور امریکہ اور روس تھیں، اور مؤخر الذکر کے انہدام کے بعد اب وہ بلا شرکتِ غیرے

دنیا کی واحد سپریم پاور ہے۔ امریکہ اِس وقت دنیا کی عظیم ترین عسکری طاقت ہونے کے علاوہ عظیم ترین سائنسی طاقت بھی ہے۔ ویسے بھی میں سمجھتا ہوں کہ انسان نے سماجی ارتقاء کے اعتبار سے' خاص طور پر دستوری اور قانونی سطح پر' جو بلند ترین درجات تک رسائی حاصل کی ہے وہ اسی معاشرے میں کی ہے۔ لیکن وہاں پر بھی اب وہ فساد پورے طور پر رونما ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے۔ اور اس فساد کا وہاں پر بہت بڑا طوفان اٹھنے والا ہے جس کے ابھی تک تو ہم ہی شکار ہیں۔ مغربی تہذیب کے بارے میں علامہ اقبال نے یہ پیشینگوئی کی تھی۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا!
دیارِ مغرب کے رہنے والو' خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا!

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقویم میں تو ایک دن ہمارے اعتبار سے ایک ہزار برس کا ہے' اور یہی وجہ ہے کہ یہاں پر اجتماعی معاملات کے عواقب و نتائج کے ظہور میں وقت لگتا ہے۔ بہرحال جو شخص بھی صاحبِ بصیرت اور صاحبِ ادراک ہوتا ہے وہ اپنی حکمتِ باطنی کی رو سے آنے والے حالات سے کسی قدر آگاہ ہو جاتا ہے۔ بقول اقبال ع "آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!" علامہ اقبال بھی ایک صاحبِ ادراک اور Visionary انسان تھے۔ تاہم ابھی تک یہ محسوس ہو رہا تھا کہ مغربی تہذیب کے بارے میں ان کی پیشینگوئی صحیح ثابت نہیں ہو رہی' مغربی تہذیب تو ابھی کوسِ لمن الملک بجا رہی ہے' دنیا میں اس کا ڈنکا بج رہا ہے' لیکن آج جو باتیں میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ان سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ اس میں بڑی گہری سطح پر اور وسیع پیمانے پر انتشار شروع ہو چکا ہے۔

سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کی باہمی آویزش

یہاں میں اپنی کتاب "سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل" کا پھر حوالہ دے رہا ہوں۔ میرے نزدیک اب جو حالات دنیا میں رونما ہونے والے ہیں ان

میں دو مسلمان امتوں کے مابین تصادم کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگی۔ اور جس طرح پتنگوں کا پیچ پڑتا ہے اسی طرح ان دو امتوں کے درمیان بہت شدید پیچ پڑنے والا ہے۔ اس کے بارے میں میں تفصیل کے ساتھ اپنی اس کتاب میں لکھ چکا ہوں۔ سابقہ مسلمان امت سے مراد بنی اسرائیل یعنی یہود ہیں' جو آج سے چودہ سو سال قبل معزول ہو گئے تھے' جب ان کا قبلہ بھی منسوخ ہو گیا۔ اور موجودہ مسلمان امت امتِ محمد ﷺ ہے' جو یہود کو معزول کرنے کے بعد اسی مقام پر فائز کی گئی تھی۔ چنانچہ "اُمّیّین" جن کی حیثیت اس امت کے مرکزے (Nucleus) کی ہے' ان کا مرکز "بیت اللہ" اب تا قیامِ قیامت اہلِ توحید کا قبلہ ہے۔ ان دونوں امتوں میں زوال کا ایک عمل ہوا ہے۔ ہمارا تو زوال کا یہ عمل کوئی پانچ سو برس کا ہے' جبکہ یہود کا زوال کا عمل قریباً دو ہزار برس پر پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اس صدی کے ایک چوتھائی عرصے کے گزر جانے کے بعد ان دونوں امتوں کے اندر ایک ابھار پیدا ہونا شروع ہوا۔ بنی اسرائیل میں بھی ایک ابھار پیدا ہوا تو اسرائیل قائم ہو گیا' ان کی اپنی ریاست وجود میں آ گئی اور انہوں نے عربوں پر بڑی بڑی فتوحات حاصل کر لیں۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء اور ۱۹۶۷ء کی جنگوں میں انہوں نے عربوں کو شکستِ فاش سے دوچار کیا اور ان کے بڑے بڑے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ یروشلم بھی ان کے قبضے میں چلا گیا۔ دوسری طرف مسلمان امت کے اندر بھی بیسویں صدی کے ربعِ اول کے بعد عروج کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسلامی دنیا میں آزادی کی تحریکیں چلیں' جس کے نتیجے میں ہمارے اوپر سے اقوامِ مغرب کی حکومتوں کا تسلط بظاہر ختم ہوا اور نو آبادیاتی دور کا بظاہر خاتمہ ہو گیا۔ "بظاہر" کا لفظ میں اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ مغربی استعمار کا تسلط ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوا۔ مزید برآں احیائی تحریکیں بڑے زور و شور کے ساتھ اٹھیں' اگرچہ انہیں تاحال کہیں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ چنانچہ دونوں طرف سے پتنگیں چڑھ رہی ہیں اور ان دونوں پتنگوں کا پیچ پڑنے والا ہے' جس کے لئے احادیث نبویہؐ کے اندر بڑی صریح اور واضح پیشینگوئیاں موجود ہیں۔ اس تصادم کا جو انجام ہونے والا ہے وہ بھی احادیث میں واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے۔ اس کے لئے آپ میری محولہ بالا کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ بہرحال اس وقت جو حالات کے اندر یہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے اور یہ ایک پیچ جو

پڑنے والا ہے' اس کی طرف جو پیش رفت ہو رہی ہے' اس سے پہلے پہلے اور اس بیچ کے دوران مسلمانوں پر جو عذاب آنے والا ہے' ہمیں اس کی فکر کرنا چاہئے۔ یہود کا قلع قمع تو آخر کار ہو کر رہنے والا ہے اور ان کا بالآخر خاتمہ ہو گا اور ان کا عظیم تر اسرائیل ان کا عظیم تر قبرستان بنے گا' لیکن اس سے پہلے مسلمانوں پر عذابِ الٰہی کے بڑے شدید کوڑے پڑنے والے ہیں۔ لیکن ان کوڑوں کے سلسلے میں بھی مجھے علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آ رہا ہے کہ ؎

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے؟
کہ خونِ صد ہزار اِنجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!

یعنی عثمانیوں پر جو بھی کوہ غم ٹوٹا' اس صدی کے آغاز میں سلطنت عثمانیہ ختم ہوئی تو اس کے اندر بھی علامہ اقبال نے ہمیں امید کا ایک پہلو دکھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کتنے لاکھوں کروڑوں ستارے مرتے ہیں تو صبح نمودار ہوتی ہے۔ چنانچہ خلافت کی صبح آخر طلوع ہو کر رہے گی' البتہ اس سے پہلے مسلمانوں کو عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھوں اپنے کرتوتوں کی کچھ سزا مل کر رہے گی۔ بہرحال یہ میری اس کتاب کا موضوع ہے جس کا میں نے ابھی تذکرہ کیا ہے۔

امریکہ کے بارے میں میرے سابقہ تاثرات

اب میں اپنے آج کے اصل موضوع کے حوالے سے یہ عرض کر دوں کہ جو حضرات بھی میری وہ تقریریں سنتے رہے ہیں جو میں مختلف مواقع پر امریکہ میں کرتا رہا ہوں یا امریکہ سے واپس آ کر یہاں مختلف اوقات میں اپنے جو تاثرات بیان کرتا رہا ہوں' ان کے علم میں ہے کہ میں نے آج سے قریباً پندرہ برس قبل وہاں پر یہ بات کہی تھی کہ وہاں کے عیسائیوں یعنی مقامی امریکیوں میں اب یہود کے خلاف ایک شعور بیدار ہو رہا ہے کہ یہ ہمارے بہت سے مسائل کی جڑ ہیں --- یہ ہمارا استحصال کر رہے ہیں' ہمیں غلط رخ پر لے کر جا رہے ہیں' ان کی وجہ سے ہمیں اتنی بڑی امتِ مسلمہ کی دشمنی مول لینی پڑتی ہے اور پورے عالم عرب سے تعلقات خراب کرنے پڑتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان کے ہتھکنڈوں کے حوالے سے بھی اس ملک میں ایک شعور پیدا ہو رہا ہے۔ یہ شعور اگرچہ اولاً تو وہاں کے افرو امریکن یعنی کالے

امریکیوں میں پیدا ہوا تھا' چنانچہ ایک دفعہ وہاں پر یہود کے خلاف غم و غصے کی ایک کافی بڑی لہر اٹھی تھی' لیکن چونکہ ایفرو امریکن اکثر و بیشتر پسماندہ لوگ ہیں' ان کو امدادیں اور گرانٹس ملتی ہیں اور انہی کے بل پر ان کی زندگی گزرتی ہے اور یہ گرانٹس وغیرہ بھی عام طور پر یہودیوں کی طرف سے آتی ہیں' لہٰذا انہوں نے ان کی ذرا طنابیں کھینچیں تو ان کے ہوش ٹھکانے آگئے اور ان میں یہود کے خلاف اٹھنے والی لہر بہت جلدی دب گئی۔

میں نے اُس وقت بھی وہاں کے مسلمانوں سے کہا تھا کہ آپ کو یہاں جو بڑا امن اور سکون نظر آ رہا ہے یہ مستقل اور دائمی نہیں ہے۔ ابتدا میں جب میں امریکہ کا سفر کرتا تھا تو خاص طور پر وہاں جو پاکستان کا Brain drain ہوا ہے' ہمارے بہترین دماغ اور اعلیٰ ترین صلاحیتوں والے لوگ' جو یہاں سے تعلیم حاصل کرنے وہاں گئے تھے' لیکن وہاں جاکر جم گئے ہیں' انہیں وطن واپسی پر آمادہ کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ میں سارا الزام ان پر نہیں رکھتا' اس لئے کہ ہمارے ہاں کی جو intrigues ہیں اور ہمارے یہاں کے ماحول کے اندر جو معاملات کی خرابی ہے' اس میں بہت سا دخل اس کو حاصل ہے۔ بہت سے لوگوں نے واپس آنے کی کوشش کی تو یہاں اپنے لئے دروازے بند پائے' انہیں کہیں سے تعاون نہیں ملا' کہیں انہیں خوش آمدید نہیں کہا گیا۔ کچھ لوگوں کو بہرحال وہاں کی چمک دمک نے بھی مرعوب کیا کہ ع نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی! گویا مختلف لوگوں کے مختلف معاملات تھے۔ لیکن بہرحال بہت بڑی تعداد میں پاکستان کے ذہین و فطین لوگ جو وہاں جاکر آباد ہو گئے تھے' ان کے بارے میں اس زمانے میں میری کیفیت یہ رہتی تھی جو علامہ اقبال نے اس شعر میں بیان کی ہے ۔

مگر وہ علم کے موتی' کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا!

علامہ اقبال جب انگلستان گئے اور وہاں جاکر انہوں نے دیکھا کہ عالم اسلام کی قدیم ترین لائبریریوں کے علمی نوادر وہاں کی لائبریریوں میں پہنچے ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنے دکھ کا اظہار اس شعر میں کیا تھا کہ یہ دیکھ کر دل تیں ٹکڑے ہو جاتا ہے کہ ہمارے آباء کے نوادرِ علم' ان کے قلمی نسخے

کرلیا۔ اس دور میں انہوں نے پورے مشرق وسطیٰ اور عالم عرب سے ہمارا پورا علمی خزانہ لوٹ کر اپنے ہاں پہنچا دیا۔ میری یہی کیفیت وہاں مسلمانوں کو دیکھ کر ہوتی تھی کہ ہمارے بہترین سائنس دان، بڑے اچھے انجینئر، ڈاکٹر، سرجن اور اعلیٰ پائے کے مدبر و منتظم اپنی صلاحیتیں وہاں کھپا رہے ہیں۔ گویا۔

غنی روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را!

چنانچہ میں انہیں reclaim کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن مجھے عام طور پر ان کی طرف سے یہ جواب ملتا تھا کہ اپنے ملک میں جا کر ہم کیا کریں گے؟ کچھ ایسی مثالیں بھی سامنے آتی تھیں کہ بعض لوگ وہاں سے آئے تو یہاں اپنی ساری جمع پونجی لٹا کر واپس چلے گئے۔ یہاں پر فتنہ و فساد، دھوکہ فریب اور رشوت کی گرم بازاری نے انہیں واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ یہاں تو حالات یہ ہیں کہ انسان ایک قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ رشوت نہ دے، جھوٹ نہ بولے۔ چنانچہ وہاں کے ماحول کے عادی ہونے کی وجہ سے وہ لوگ یہاں جم نہیں سکے۔ بعض لوگ پھر یہاں سے جا کر کہتے تھے کہ کیا کریں؟ وہاں کے حالات اتنے برے ہیں، یہاں دیکھیں امن تو ہے، یہاں ہمیں کوئی تشویش نہیں ہے، یہاں ہم کام کرتے ہیں تو اچھا معاوضہ ملتا ہے، اس سے ہمیں زندگی کی سہولتیں بھی حاصل ہو جاتی ہیں، لیکن وہاں جا کر ہم کریں تو کیا کریں؟ وہاں کا ماحول تو اتنا بگڑا ہوا ہے۔

اس پر میں انہیں دو باتیں کہا کرتا تھا۔ ایک تو یہ کہ اس معاشرے کو اس قوم نے خود صاف کیا ہے، وہاں کا معاشرہ ان معاملات میں ہمیشہ سے ایسا صاف نہیں تھا۔ صفائی اس پہلو سے کہ وہاں بد معاملگی، جھوٹ، فریب اور دھوکہ نہیں ہے، قانون کی حکومت ہے، کوئی پولیس کانسٹیبل تک آپ سے "اوئے" کہہ کر بات کرنے والا نہیں ہے۔ وہ مجرم کو بھی پکڑیں گے تو اس سے "سر" کہہ کر مخاطب ہوں گے۔ وہاں ادب ہے، تہذیب ہے، آزادی کی ایک فضا ہے۔ اگرچہ بہت سی گندگیاں بھی ہیں لیکن وہ دوسرے پہلو سے ہیں۔ لیکن بہرحال وہاں جو یہ اچھائیاں موجود ہیں تو یہ وہاں کسی اور نے تو پیدا نہیں کیں۔ انہوں نے خود محنت کر کے اپنے معاشرے کو بنایا ہے۔ میں کہا کرتا تھا کہ آپ چارلس ڈکنز کے ناول

پڑھئے تو معلوم ہو گا کہ کبھی انگلستان میں ہم سے برے حالات تھے۔ وہاں کا معاشرہ اسی طرح فتنہ و فساد' رشوت' دھوکہ فریب اور دوسری خرابیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ ان قوموں نے اپنے معاشروں کو ان خرابیوں سے خود صاف کیا ہے۔ اب آپ اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم اس لئے وہاں نہیں جانا چاہتے کہ پاکستان کا معاشرہ بگڑا ہوا ہے تو اسے کون صاف کرے گا؟ کیا کوئی اور آکر اسے صاف کرے گا؟ کیا آپ کی قوم اور آپ کے ملک کا آپ پر حق نہیں ہے؟ کیا آپ اس کے مقروض نہیں ہیں کہ آپ نے بنیادی تعلیم یہاں حاصل کی؟ اس قوم نے آپ پر خرچ کیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں ذرا طنزیہ انداز میں یہ بھی کہا کرتا تھا (کیونکہ مجھے مستقبل کے حالات کا کچھ اندازہ ہو رہا تھا) کہ یہاں جو امن اور سکون آپ دیکھ رہے ہیں یہ بھی مستقل شے نہیں ہے۔ یہاں بھی حالات بدلتے دیر نہیں لگے گی۔

آسودۂ ساحل تو ہے مگر شاید یہ تجھے معلوم نہیں
ساحل سے بھی موجیں اٹھتی ہیں' خاموش بھی طوفاں ہوتے ہیں

میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پر بھی طوفان آئیں گے' آپ یہاں کے مقامی لوگوں کی نظروں میں کھٹکیں گے اور وہ آپ کو اپنا parasite تصور کرتے ہوئے اپنی معیشت پر ایک بڑا بوجھ خیال کریں گے۔ چنانچہ یہ حالات و معاملات جو آپ کو اب تک بڑے اچھے نظر آ رہے ہیں یہ اسی طرح اچھے نہیں رہیں گے۔ یہ میں دس پندرہ برس پہلے کی بات کر رہا ہوں اور اب جو صورتحال وہاں پیدا ہو رہی ہے وہ میرے ان خیالات کی تائید کر رہی ہے۔

امریکی مسلمانوں کو حاصل ہونے والے دو فائدے

امریکی مسلمانوں کی دو خوش بختیاں ایسی ہیں کہ میں ان کا یہاں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ عجیب بات یہ ہے کہ وہ جو قرآن حکیم میں فرمایا گیا : "اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا" یعنی "یہ لوگ کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں" اور فارسی میں جو کہا گیا ہے کہ ع "عدو شرے برانگیزد کہ خیرِ ما در آں باشد!" یعنی بسا اوقات دشمن کوئی چال چلتا ہے تو کسی وقت اس سے خود آپ کو فائدہ پہنچ جاتا ہے' تو

مسلمانوں کو یہ ذیلی فائدہ دو اعتبارات سے حاصل ہوا۔ ایک تو یہ کہ یہودیوں نے وہاں پر اپنے لئے جگہ بنانے کی غرض سے سیکولرزم کا پرچار کیا کہ مذہب اور نسل کی بنیاد پر کوئی فرق و امتیاز نہیں ہونا چاہئے۔ ان کا یہ فلسفہ خود ان کے اپنے تحفظ کے لئے تھا' اس لئے کہ عیسائیوں کا "خدا" تو انہوں نے (اپنے بس پڑتے) سولی چڑھایا تھا اور اگر مذہب کا کوئی بھی درجہ تسلیم کیا جائے تو ظاہر بات ہے کہ یہود کی دشمنی تو عیسائیوں کے رگ وپے میں تھی۔ تو انہوں نے یہ جو سوشلزم کا سارا ڈھونگ رچایا' اس کو فلسفہ بنا کر پھیلایا اور مذہبی امتیاز کو بہت بڑا جرم بنا کر پیش کیا تو یہ اس لئے تھا کہ وہ اس معاشرے میں اپنے لئے جگہ پیدا کر سکیں۔ لیکن اس کا ایک ذیلی فائدہ وہاں پر مسلمانوں کو بھی پہنچا۔ اگرچہ مذہبی امتیاز وہاں بالفعل اب بھی موجود ہے اور اس کی بنیاد پر دلوں میں نفرتیں باقی ہیں' لیکن چونکہ قانونی اور دستوری سطح پر وہاں اب مذہبی امتیاز کی قطعاً گنجائش نہیں ہے' سیکولرزم کی رو سے مذہب کے معاملے میں کامل مساوات ہے اور سب کو آزادی حاصل ہے' لہٰذا اس سے وہاں کے مسلمانوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا' مسلمانوں نے وہاں اپنی ایسوسی ایشنز بنائیں' یونیورسٹیوں میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے کمرے مخصوص کروائے۔ مذہبی رواداری اور مذہبی عدم امتیاز کا یہ فلسفہ مسلمانوں کی طرف سے پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن یہودیوں کی طرف سے اس قوم کو پلائے گئے ان فلسفوں کا فائدہ وقتی طور پر مسلمانوں کو بھی پہنچا۔ چنانچہ وہاں مسلمانوں کی ایسوسی ایشنز قائم ہوئیں' اسلامک سنٹرز اور کمیونٹی سنٹرز قائم ہوئے' اور اب تو وہاں باقاعدہ مسجدوں کی صورت میں عظیم الشان مسجدیں قائم ہو رہی ہیں۔ اس طرح وہاں پر مسلمانوں کو اپنی کمیونٹی آرگنائزیشن کا جو موقع ملا ہے اس میں یہود کی اس کوشش کو بھی دخل حاصل ہے جو انہوں نے وہاں اپنے لئے کی تھی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو ایک دوسرا فائدہ بھی پہنچا جس کا ذکر میں بعد میں کروں گا۔ تاہم میرے نزدیک وہاں پر مسلمانوں کو پہنچنے والے یہ فائدے عارضی ہیں' اور آخر میں جو بات ہونے والی ہے وہ میں آج آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

آج کی گفتگو کی اصل نوعیت

امریکی معاشرے کے نئے رجحانات' جن پر میں آج گفتگو کرنا چاہتا ہوں' ان کے ضمن

میں سب سے پہلی بات یہ نوٹ کر لیجئے کہ سیاسی اور معاشی مسائل اس وقت میرا موضوع نہیں ہیں۔ سیاسی و دستوری اور اقتصادی معاملات اگرچہ بہت اہم ہیں لیکن ایک گفتگو میں ان تمام چیزوں کو سمویا نہیں جا سکتا۔ تاہم معاشی مسئلے کا یہ ایک پہلو کہ اس وقت وہاں جو معاشی بدحالی شدت کے ساتھ آچکی ہے، ہمارے زیر بحث آئے گا۔ وہاں اِس وقت کاروبار میں جو کساد بازاری اور مندے کی کیفیت ہے، جائیداد کی خرید و فروخت کا دھندا بھی بہت نیچے گر چکا ہے، بیکاری اور بے روزگاری عام ہو رہی ہے، اس کا ایک گہرا نتیجہ وہاں تارکینِ وطن کے خلاف ردِّ عمل کی صورت میں برآمد ہو رہا ہے اور یہ چیز اس معاشرے میں ان کے خلاف شدید نفرت کا باعث بنے گی۔ یہ معاملہ میری آج کی گفتگو میں ضمناً زیر بحث آئے گا۔

میرا آج کا اصل موضوع امریکہ کے بدلتے ہوئے معاشرتی اور مذہبی رجحانات سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں وہاں ایک ردِّ عمل کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے، جو بہت گہری بھی ہے اور اب سطح پر آکر بہت نمایاں ہو رہی ہے۔ امریکہ میں یہ ردِ عمل سب سے پہلے یہودیوں کے خلاف پیدا ہوا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ ردِ عمل پہلے افرو امریکن باشندوں میں پیدا ہوا تھا جسے یہودیوں نے بڑی آسانی سے فرو کر لیا، لیکن اس کے بعد ان کے خلاف گورے امریکیوں میں جو ردِ عمل پیدا ہوا ہے وہ بہت اہم ہے۔ اگرچہ وہاں پر حاکمیتِ عوام کے تصور کے تحت ہر شخص اپنے آپ کو حاکمیت میں شریک سمجھتا ہے، لیکن درحقیقت وہاں کی اصل حکمران گوری عیسائی اکثریت ہے، جس کے ہاتھ میں اختیار اور طاقت ہے۔

یہود کے خلاف پال فنڈلے کی مہم

گورے امریکیوں میں یہود کے خلاف پہلا ردِ عمل آج سے لگ بھگ پندرہ برس قبل پیدا ہوا تھا جب پال فنڈلے نے، جو کافی عرصے تک امریکی سینیٹر رہے ہیں، وہاں پر پیدا ہونے والے یہودی اثرات کے خلاف کچھ آواز اٹھائی۔ وہاں کے ذرائع ابلاغ پر چونکہ یہودیوں کا قبضہ ہے لہٰذا پال فنڈلے کی کردار کشی کی بھرپور مہم چلائی گئی، جس کے نتیجے میں

وہ سینٹ کا انتخاب بھی ہار گئے۔ پھر انہوں نے ایک بڑی ضخیم کتاب "They dare to speak" لکھی، جس میں انہوں نے ٹھوس حوالوں سے ثابت کیا کہ اس ملک میں جس شخص نے بھی یہودیوں کے بارے میں ایسی کوئی بات کہی جو یہودیوں کو پسند نہیں آئی تو اس کی سیاسی موت واقع ہو گئی، خواہ وہ کوئی صدر رہا تھا، طویل ترین عرصے کا سینیٹر تھا، کانگریس مین تھا، یا کوئی اور تھا۔ چنانچہ پال فنڈلے کی جو کردار کشی کی گئی اور اس کے نتیجے میں جس طرح ان کا سیاسی کیریئر برباد کیا گیا اس کی بڑی مفصل شرح انہوں نے اپنی اس کتاب میں لکھی ہے۔

یہ پال فنڈلے اب بھی ایک مہم چلا رہے ہیں اور وہ یہ کہ دنیا کو آگاہ کیا جائے کہ اس وقت اسرائیل کس طرح یروشلم کو ایک خالص یہودی شہر بنانے کی سازش کر رہا ہے۔ اس ضمن میں ان کا ایک مضمون حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ (اس مضمون کا اردو ترجمہ ۷/ نومبر ۹۵ء کے ندائے خلافت میں شائع کر دیا گیا ہے) اس میں انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے کہ یہودی یروشلم سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ عیسائیوں کو بھی بتدریج ختم کر رہے ہیں۔ انہوں نے اعداد و شمار کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہاں پر کس تیزی کے ساتھ عیسائیوں اور مسلمانوں کی تعداد گھٹتی جا رہی ہے اور اسرائیل بڑے systematic انداز سے یروشلم کو خالص یہودی شہر بنانے کی سازش پر عمل کر رہا ہے۔ اس مضمون میں ان کا روئے سخن خاص طور پر عیسائیوں کی طرف ہے کہ انہیں ہوش میں آنا اور سوچنا چاہئے۔ یروشلم صرف یہودیوں کا شہر نہیں ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام یہیں کے باشندے تھے، آپؑ نے یہیں تبلیغ کی تھی اور آپؑ کو (ان کے خیال میں) یہیں مصلوب کیا گیا تھا۔ آپؑ کے حواری بھی یہیں تھے۔ گویا عیسائیوں کا قبلہ و کعبہ بھی تو یروشلم ہی بنتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح یروشلم کے بعد اس کو ایک کھلا شہر قرار دیا تھا اور اس کے بعد سے یہ کھلا شہر ہی رہا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے قریباً پانچ سو برس تک تو یروشلم میں یہودیوں کا داخلہ تک بند تھا۔ اس لئے کہ یروشلم سلطنتِ روما کے زیر نگیں تھا جو پہلے مشرک تھے اور انہوں نے پہلے ۷۰ عیسوی میں یہودیوں کو وہاں سے نکالا تھا۔ اس کے بعد ۳۰۰ عیسوی میں وہی رومن عیسائی ہو گئے اور عیسائیوں کو "اپنے خدا کو سولی دینے والوں" سے جو دشمنی ہو سکتی تھی اس کا آپ

اندازہ کرہی سکتے ہیں۔ (اس ضمن میں میرا ایک مفصل خطاب اگست ۹۵ء کے میثاق میں شائع ہو چکا ہے، جسے بعد ازاں "عیسائیت اور اسلام" کے نام سے کتابچے کی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔) رومیوں کے عیسائیت قبول کرنے کے بعد یہودیوں پر زمین بالکل ہی تنگ کر ہو کر رہ گئی۔ یہود کی تاریخ میں یہ ان کا دورِ انتشار (Diaspora) کہلاتا ہے، جس میں یہ دنیا بھر میں منتشر ہو گئے، جس کے جہاں سینگ سمائے چلا گیا۔ چنانچہ کچھ روس کو چلے گئے، کچھ افریقہ چلے گئے، کچھ یورپ کے مختلف ممالک میں آباد ہو گئے، کچھ ہندوستان چلے آئے اور کچھ ایران اور ترکی میں آباد ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب یروشلم فتح ہوا تو آپؓ نے ایک عادلانہ اقدام کرتے ہوئے اسے کھلا شہر قرار دے دیا، کیونکہ یہ یہود و نصاریٰ اور مسلمان سب کا مقدس مقام ہے۔ لیکن چونکہ یروشلم جنگ کے نتیجے میں فتح نہیں ہوا تھا بلکہ عیسائیوں نے پرامن طور پر مصالحت کے ذریعے اسے مسلمانوں کے حوالے کیا تھا، لہٰذا اس موقع پر ان کی طرف سے یہ شرط رکھوائی گئی تھی کہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کا حق حاصل نہیں ہو گا، وہ بس یہاں آکر اپنے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کریں اور واپس چلے جائیں۔ چنانچہ جب تک خلافت کا ادارہ قائم رہا مسلمان اس پر سختی سے کاربند رہے، چاہے وہ بنو امیہ کے خلفاء تھے، چاہے بنو عباس کے اور چاہے بعد میں سلطنتِ عثمانیہ کے۔ یہودیوں نے سلطان عبدالحمید کو بہت بڑی رشوت پیش کر کے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ انہیں فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دی جائے، مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اور اسی کی پاداش میں یہودیوں نے خلافت کا خاتمہ کروایا۔ انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر خلافت کا ادارہ محض علامتی طور پر بھی باقی رہتا ہے، اگرچہ اب اس کی کوئی دینی اہمیت اور حیثیت باقی نہیں رہی، پھر بھی یہ اتنا طاقتور ادارہ ہے کہ اگر ہمارے خلاف کوئی فتویٰ یہاں سے جاری ہو گیا تو انڈونیشیا سے لے کر موریطانیہ تک بہت سے دیوانے مسلمان سروں پر کفن باندھے نکل آئیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ خلافت کا ادارہ بالکل ختم کروا دیا گیا۔ اور پھر علامہ اقبال نے اس کا جو مرثیہ کہا ہے کہ ؎

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ!

تو اس میں یہودیوں ہی کی عیاری کی طرف اشارہ ہے کہ جنہوں نے برطانیہ کے ذریعے ۱۹۱۷ء میں اعلان بالفور کروایا تھا، جس کے نتیجے میں انہوں نے فلسطین میں آباد کاری شروع کی۔

بہر حال پال فنڈلے اور ان کے ساتھی ایک تنظیم کی صورت میں اپنا کام کر رہے ہیں اور اگرچہ ان کی اصل دشمنی یہود کے ساتھ ہے، لیکن ان کی کوششوں کے نتیجے میں وہاں کے مسلمانوں کو بھی کچھ سہارا ملتا ہے۔

لنڈن لاروش کی کھری کھری باتیں

اس ضمن میں وہاں پر دوسرا گروپ لنڈن ایچ لاروش کا ہے، جن کو اب وہاں بہت اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ یہ ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے تھے، والد فرانسیسی تھے جبکہ والدہ کا تعلق برطانوی اور سکاٹ کی مخلوط نسل سے تھا۔ پھر ان کی شادی ایک جرمن خاتون سے ہوئی۔ ان کی جرمن بیوی بھی بہت فعال ہے، جو سیاسی لیڈر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے تعلیمی اور سماجی اداروں کی بانی بھی ہے۔ لنڈن ایچ لاروش کی تحریک اب امریکہ میں زور پکڑ رہی ہے اور بڑی قوت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ ان کی تحریک کا بنیادی مقصد خود ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے :

"Global monetary reform based on equity for the Third World"

لنڈن لاروش بہت بڑے ماہر معاشیات ہیں اور اقتصادیات میں ان کا مقام وہاں مسلّمہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ترقی یافتہ ممالک، جو انڈسٹری اور ٹیکنالوجی میں بہت آگے نکل چکے ہیں، تیسری دنیا کے ممالک کا جس طرح خون چوس رہے ہیں، یہ بڑے ظلم، ناانصافی اور زیادتی کی بات ہے۔ چنانچہ اب اس غیر ترقی یافتہ یا ترقی پذیر دنیا کے ساتھ انصاف کیا جانا چاہئے۔

یہ صاحب ۱۹۷۶ء سے لے کر ۱۹۹۲ء تک ہمیشہ امریکی صدر کے انتخابات میں کھڑے ہوئے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ان کی کردار کشی کی مہم کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے خلاف مختلف اوقات میں فراڈ اور غبن وغیرہ کے گیارہ مقدمات قائم ہوئے۔

میں آپ کے سامنے عدالتی ریکارڈ سے اقتباس پیش کر رہا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ یہ معاملہ صرف ہمارے ہاں ہی نہیں ہوتا کہ سیاسی مخالفین کو بھینس چوری وغیرہ کے جھوٹے مقدمات میں پھنسا کر پریشان کیا جائے' بلکہ معلوم ہو گا کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک کے اندر بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ ان گیارہ مقدمات کے ضمن میں ذرا یہ الفاظ ملاحظہ کریں :

"On the basis of government evidence now on public record, the U.S. Government knew at all relevant times, from 1979 to the present day, that Lyndon Larouche and his co-defendants were inncoent of the false charges for which they were convicted".

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امریکی حکومت کے علم میں تھا کہ لنڈن لاروش بے گناہ ہے' لیکن سازباز کر کے ان کے خلاف جھوٹے مقدمات قائم کئے گئے۔ گویا کہ سیاسی مخالفین کے خلاف جو ہتھکنڈے یہاں استعمال ہوتے ہیں وہی ہتھکنڈے وہاں پر بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس سب کے باوجود یہ شخص بڑا باہمت ہے کہ بڑی استقامت اور خود اعتمادی کے ساتھ ڈٹا ہوا ہے اور ان کی تحریک اب آگے بڑھ رہی ہے۔ ان کا ایک بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ برطانیہ امریکہ کا قدیم ترین دشمن ہے۔ یہ بات آپ کو بظاہر بڑی عجیب لگے گی' لیکن یہ ان کا فلسفہ ہے اور میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے برطانیہ سے جو آزادی حاصل کی تھی وہ ہم سے اب تک اس کا انتقام لے رہا ہے اور اس نے ابھی تک ہمارے جہادِ حریت اور اپنے قبضے سے ہماری آزادی کو تسلیم نہیں کیا ہے اور برطانیہ کے ایجنٹ یہودی ہیں جو دراصل یہاں پر ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں اور یہودیوں کا اصل ہتھیار ان کی اقتصادی بالادستی ہے۔

یہ باتیں اس سے قبل میں کئی مرتبہ آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں' لیکن آج کی اس نشست میں پورے مصدقہ حوالوں کے ساتھ بیان کر رہا ہوں۔ اور یہ حوالے ان شاء اللہ ہم جلد ہی ندائے خلافت میں یا اپنے کسی اور پرچے میں شائع کر دیں گے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ۱۹۱۳ء کے فیڈرل ریزرو ایکٹ کے تحت یہودی بینکار امریکی معیشت پر مسلط ہو گئے تھے۔ یہ تاریخیں بہت اہم ہیں' ان کو نوٹ کر لیجئے۔ ۱۹۱۷ء میں اعلان بالفور ہوا تھا اور

دراصل یہودیوں کی پتنگ جو اوپر چڑھنی شروع ہوئی تو اس کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۸۹۷ء میں "Elders of the Zion" نے مل بیٹھ کر ایک نقشہ تیار کیا تھا اور وہ نہایت genius' بلکہ صحیح تر الفاظ میں evil genius لوگ تھے۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ گٹھ جوڑ' سازش اور پلاننگ کے اعتبار سے دنیا میں یہود کا کوئی مدمقابل نہیں۔ عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش ہی کو دیکھ لیجئے کہ اس نے امّتِ مسلمہ کو ایسا گھاؤ لگایا ہے جو آج تک نہیں بھر سکا۔ ہمارے یہاں آئے دن کہیں تحریکِ جعفریہ کے کوئی قائد قتل ہو جاتے ہیں تو کہیں سپاہ صحابہؓ کے کوئی راہنما قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ امت کے اندر اس باہمی قتل و غارت کا سارا خون عبداللہ بن سبا کی گردن پر ہے جس نے امّتِ مسلمہ کے اندر تفرقے کی ابتدا کی تھی۔

بہرحال ان کا کہنا ہے کہ ۱۹۱۳ء تک کرنسی کا کنٹرول اور اجراء امریکی حکومت کے اختیار میں تھا --- اور ظاہر ہے کہ کرنسی کا معاملہ کسی ملک یا ریاست کی حکومت ہی کے زیر اختیار ہوتا ہے کہ وہ کرنسی جاری کرے' حسب ضرورت نوٹ چھاپنے کا فیصلہ کرے' افراطِ زر پر کنٹرول رکھنے کے لئے سونے کے ذخائر کی مناسبت سے نوٹ چھاپے ---- لیکن امریکہ میں ۱۹۱۳ء میں یہ اختیار گروپ آف انٹرنیشنل فنانس بینکرز یعنی یہودی بینکاروں کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ وہ عظیم فتح ہے جو یہود نے ۱۹۱۳ء میں امریکہ میں حاصل کی۔ (یعنی انہوں نے امریکہ میں معاشی فتح پہلے حاصل کی اور برطانیہ سے ۱۹۱۷ء کا اعلان بالفور بعد میں کروایا۔) اس طرح یہود نے امریکی اقتصادیات پر مکمل قبضہ حاصل کر لیا اور اب اجتماعی اقتصادیات اور کرنسی کا معاملہ امریکی حکومت کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ چنانچہ امریکی حکومت خود یہودی بینکرز کا آلہ کار ہے اور اس وقت دنیا کی سب سے مقروض حکومت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حکومت ہے۔ لنڈن لاروش کی تنظیم کا کہنا ہے کہ ۱۹۱۳ء کے اس فیصلے سے ہم دراصل اپنی خود مختاری سے دستبرداری کا اعلان کر چکے ہیں اور ہماری خود مختاری اور حاکمیت اب یہودیوں کے ہاتھ میں آچکی ہے۔

مزید برآں ان کا کہنا یہ ہے کہ صدر جان ایف کینیڈی کے قتل کے بعد سے یہودیوں نے اس ملک میں سماجی اور ثقافتی اقدار تباہ کرنے کے لئے ایک طوفان اٹھایا ہے' جسے "The rock-drug-sex counterculture" کا سہ نکاتی نام دیا گیا ہے اور جو

برطانیہ سے در آمد کیا گیا ہے۔ "rock" سے مراد "rock and roll" (جھومو، ناچو، گاؤ!) ہے، یعنی ناچ گانے اور راگ رنگ کو فروغ دیا جائے۔ اس کا دوسرا جزو "drug" ہے، یعنی اس معاشرے کو منشیات کا عادی بنا دیا جائے اور اس کا تیسرا جزو "sex" یعنی جنسی آزادی کا فروغ ہے کہ جنسی خواہشات کی تکمیل پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے، اس معاملے میں اس طرح کھلی چھوٹ اور آزادی ہونی چاہئے جیسے کتوں اور دوسرے حیوانوں کو حاصل ہے۔ لباس بھی ایک خواہ مخواہ کی پابندی ہے جو ہم نے اپنے اوپر عائد کر رکھی ہے، اس کی بھی آخر کیا ضرورت ہے؟ یہ ساری گندگی ایک طوفان کی صورت میں امریکہ میں پھیلائی گئی ہے اور وہ ثابت کرتے ہیں کہ برطانیہ سے ایک یہودی نے پوری ایک ٹیم بنا کر امریکہ پر اس طوفان کی یلغار کی ہے۔ اور رونا تو اس بات پر آ رہا ہے کہ آج ہم ان معاملات میں ان کی نقالی کر رہے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں الحمرا میں چینی طائفے کا جو مظاہرہ ہوا ہے کہ ننگی عورتیں دکھائی گئی ہیں اور سرکاری سطح پر ان کی پذیرائی ہوئی ہے یہ آخر کیا ہے؟ یہ وہی "rock-drug-sex" کاؤنٹر کلچر ہے جس کے حوالے سے انہوں نے امریکی معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ لنڈن لاروش اور ان کے ساتھیوں کا واویلا ذرا ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے :

> "The rock–drug – sex counterculture was invented by an avowedly satanic cult, the cult of Aleister Crowley in Britain, and imported from Britain into the U.S.A. Family values are out of window. We have new sex, we have new this, we have new that. A diminishing number of children are living in families with their own parents. The number of step–children, the number of children with single parents is rising catastrophically in the United States, and that is a big part of our culture and social problems."

انہوں نے امریکی معاشرے کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا ہے کہ خاندانی اقدار اب کھڑکی سے باہر پھینکی جا چکی ہیں، اب ہمارے پاس سب کچھ ہی نیا ہے۔ ایسے بچوں کی تعداد اب بہت ہی کم ہے جو اپنے والدین کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ یعنی یا تو ماں باپ میں علیحدگی کے نتیجے میں بچہ صرف ماں یا صرف باپ کے پاس ہے یا پھر سرے سے معلوم ہی نہیں کہ بچے کا باپ

کون ہے!

ایک اور بات وہ یہ کہتے ہیں کہ امریکی جمہوریت کی حیثیت ہمارے نزدیک فراڈ سے زیادہ نہیں۔ میں یہ ساری باتیں یہاں پہلے سے کرتا رہا ہوں۔ میرے نزدیک وہاں کی جمہوریت در حقیقت "سرمایہ داروں کی آمریت" ہے۔ لیکن لنڈن لاروش اس سے آگے بڑھ کر انکشافات کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پس پردہ ایسی کمیٹیاں اور ادارے موجود ہیں جو الیکشن کے بارے میں طے کرتے ہیں کہ کس کو الیکشن میں کھڑے ہونا ہے اور کس کو نہیں۔ کوئی شخص جب تک ان سے اجازت اور کلیرنس حاصل نہ کرلے الیکشن میں کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ کسی شخص کو بڑی نرمی سے بھی انکار کیا جاتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ "اس بار نہیں!" اس پورے نظام کو وہاں "The establishment" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ کوئی قانونی یا دستوری کمیٹیاں نہیں ہیں' بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ کوئی "ہمزاد" قسم کا ادارہ ہے۔ یہ لفظ ہمارے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے کہ "establishment" جس کو وزیراعظم بنادے گی وہی بنے گا اور یہاں عام طور پر یہ حیثیت فوج کی سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ وہاں پر یہ "establishment" ایسی پس پردہ کمیٹیوں پر مشتمل ہے جو انتخابات کو کنٹرول کرتی ہیں۔ کوئی شخص اس وقت تک سیاسی میدان میں کسی اہم سرکاری عہدے کا انتخاب نہیں لڑ سکتا جب تک کہ وہ انہیں اپنی وفاداری اور ان کی پالیسی سے اپنی ہم آہنگی کا پورا یقین دلا کر ان سے کلیرنس حاصل نہ کرلے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا' لنڈن لاروش مسلّمہ طور پر بہت بڑے ماہر اقتصادیات ہیں اور انہوں نے امریکی مالیاتی نظام کے ضمن میں ایک پیشین گوئی کی ہے اور اس سے بھی میری ان باتوں کی تائید ہوتی ہے جو میں بہت مرتبہ عرض کرچکا ہوں کہ امریکہ میں کوئی بڑا معاشی بحران آنے والا ہے۔ میں اگرچہ اقتصادیات کا جاننے والا نہیں ہوں لیکن بارہا کہہ چکا ہوں کہ چونکہ امریکی مالیات اور اقتصادیات کے لیور پر یہودیوں کا ہاتھ ہے' لہٰذا ایک وقت آئے گا کہ یہ اس لیور کو ایک جھٹکا دیں گے اور وہاں کی شیئر مارکیٹ میں ایسی تباہی آئے گی کہ اربہا ارب ڈالر کالمعدوم ہو جائیں گے۔ اس وقت دنیا میں کاغذی کرنسی رائج ہے' بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اب تو صرف کمپیوٹر کے اعداد و شمار باقی رہ گئے ہیں جسے ہم

الیکٹرانک کرنسی کہہ سکتے ہیں' یا پھر کریڈٹ کارڈز وغیرہ کی صورت میں پلاسٹک کرنسی ہے۔ اصل سرمایہ کس کے پاس ہے؟ آپ ایک کارڈ لئے پھرتے ہیں جس سے اپنا کام چلا رہے ہیں۔ کسی بھی وقت ایسا کوئی معاملہ ہو سکتا ہے کہ اس کارڈ کی کوئی حیثیت باقی نہ رہے۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ خلیجی جنگ کے دوران کویتی دینار کی حیثیت ردی کاغذ کی رہ گئی تھی۔ چنانچہ لنڈن لاروش کا کہنا ہے کہ ۱۸ سے ۲۴ ماہ کے اندر اس ملک میں بہت بڑا مالیاتی (financial and monetary) بحران جنم لینے والا ہے۔ اور یہ بات دراصل اس بات سے مطابقت رکھتی ہے جو میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ ۹۸۔۱۹۹۷ء تک عالمی حالات کوئی بہت ہی خطرناک رخ اختیار کرنے والے ہیں۔ اور یہودیوں نے ۱۸۹۷ء میں جس سازش کا جال بچھایا تھا وہ ۱۹۹۷ء تک اپنے کسی نقطہ عروج کو پہنچنے والی ہے۔ اسی سے موافقت رکھنے والی بات انہوں نے کہی ہے کہ ۱۸ سے ۲۴ ماہ کے دوران یعنی دو سال سے پہلے پہلے امریکہ میں بہت بڑا اقتصادی اور مالیاتی بحران آنے والا ہے' جس کے نتیجے میں وہاں پر شدید خون خرابہ شروع ہو جائے گا۔ اور ظاہر بات ہے کہ اس وقت کھاتے پیتے نظر آنے والے لوگوں اور خصوصاً غیر ملکیوں پر جو قیامت ٹوٹے گی اس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ یہ وہ صورتحال ہے جس کو بھانپتے ہوئے میں امریکہ میں مقیم اپنے ساتھیوں سے جگر کے الفاظ میں یہ کہتا رہا ہوں کہ ۔

آسودۂ ساحل تو ہے مگر شاید یہ تجھے معلوم نہیں
ساحل سے بھی موجیں اٹھتی ہیں' خاموش بھی طوفاں ہوتے ہیں

اور اب اس صورتحال کی طرف خود وہاں کے دانشور اور ماہرین اقتصادیات اشارہ کر رہے ہیں۔

لنڈن لاروش کے بارے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ انہوں نے ابھی تک مسلمانوں کے خلاف کوئی بات نہیں کی' بلکہ ان کا ہدف پورے طور پر یہودی ہیں۔ چونکہ ان کا جرمنی سے بھی تعلق ہے' ان کی بیوی جرمن ہے اور وہ شلر انسٹیٹیوٹ اور انٹرنیشنل کلب آف لائف کی بانی ہے اور جرمنی میں ان کی کافی آمد و رفت ہے' لہٰذا ان کے دشمن ان کا تعلق نازیوں سے جوڑتے ہیں اور نازیوں کو یہودیوں کے خلاف جو دشمنی تھی اس کے

حوالے سے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن بہرحال اس شخص کے پاس کچھ ایسے وسائل و ذرائع ضرور موجود ہیں کہ یہ یہودیوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہے۔ یہ ان لوگوں کی مانند نہیں ہے کہ جن کی پتنگ کی ڈور ایک بار یہودیوں نے کاٹ دی اور پھر اس کے بعد ان کا کہیں نام تک نظر نہیں آیا۔ یہ مستقل مزاجی سے ڈٹا ہوا ہے اور اس کی طاقت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ (جاری ہے)

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی مطبوعات میں
تین نئے کتابچوں کا اضافہ

(۱)

تنظیم اسلامی کی دعوت

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک نہایت جامع خطاب
عمدہ طباعت، صفحات ۵۲، قیمت -/۸ روپے

(۲)

اطاعت کا قرآنی تصور

امیر تنظیم اسلامی کے ایک درس قرآن سے ماخوذ
صفحات ۴۴، قیمت -/۷ روپے

(۳)

عیسائیت اور اسلام

ایک فکر انگیز تالیف، جو امیر تنظیم کے دو خطابات پر مشتمل ہے
صفحات ۵۶، قیمت -/۸ روپے

تہذیب الاطفال

بیگم ڈاکٹر عبدالخالق

(دوسری قسط)

تہذیب الاطفال کے ضمن میں ہم "ولادت سے رضاعت" تک کے دور کا مختصراً مطالعہ کر چکے ہیں۔ بڑی زیادتی ہوگی کہ اگر میں آگے بڑھنے سے قبل ان آیات کے حوالے سے بیٹی کی پیدائش کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا ذکر نہ کروں جو اس نے ہم مسلمان خواتین پر کیا ہے۔ اس ذات نے جہاں تمام مرد و زن پر بے انتہا اور اَن گنت احسانات کئے ہیں وہاں ہم مسلمان عورتوں پر ایک اضافی احسان کیا ہے کہ عورتوں کو مقام اسفل سے اٹھا کر عظیم مقام عطا کیا۔ قبل از اسلام ہر طرف عرب میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ جہالت کا نقطہ عروج یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ لیکن اس کے بعد بڑے بڑے گناہوں میں ایک بہت بڑا گناہ بیٹیوں کا قتل ہے۔ اہل عرب کی سنگدلی اور بے رحمی اس بارے میں بہت مشہور ہے --- اگر کسی کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہو جاتی تو وہ اسے باعث ذلت سمجھتا۔ سورۃ النحل کی ان آیات میں کس قدر عمدگی سے اس پوری صورت حال کی نقشہ کشی کی گئی ہے کہ اس دور میں بچی کی پیدائش پر کتنا صدمہ محسوس کیا جاتا تھا۔

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ ﴾

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا اور وہ جی میں گھٹتا رہتا ہے۔ اس بری خوشخبری کے باعث لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ (سوچتا ہے) کہ اس ذلت کو قبول کر کے رہنے دے یا پھر اسے مٹی میں دبا دے۔ افسوس' کیا ہی

برا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں"۔

یہ معاملہ اس دور کا نہیں ہے آج بھی اکثر مسلمان گھروں میں یہی حال ہے کہ ایک سے دو بیٹیاں ہو جائیں تو واقعی چہرہ اتر جاتا ہے۔ شرمساری اور خجالت کا سا انداز لئے مسلمان مبارک باد وصول کرتا ہے۔ بچیوں کی پیدائش پر مائیں رو رہی ہوتی ہیں۔ گو وہ قتل تو نہیں کرتیں لیکن زبان سے کہہ دیتی ہیں کہ اس سے تو اچھا تھا کہ نہ ہی ہوتی یا پیدا ہوتے ہی ختم ہو جاتی وغیرہ وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتیں 'الا ماشاء اللہ' اللہ تعالیٰ کی انتہائی ناشکری ہیں۔ کیا وہ دور اچھا تھا کہ جب معصوم بچی کو ماں کی گود میں آتے ہی گور تک پہنچا دیا جاتا تھا؟ یا قبل از اسلام کا زمانہ جب عورت کی اہمیت بھیڑ بکریوں سے زیادہ نہ تھی اور بعض مذاہب میں عورت کو گناہ کی پوٹلی گردانا جاتا تھا؟؟ آج ہم پھر دورِ جاہلیت کی نقالی کرتے ہوئے آزادیٔ نسواں اور مساوات کا علم لے کر گھروں سے باہر نکل آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم احسان پر شکر بجالانے کی بجائے کفرانِ نعمت کے طور پر دوبارہ وہی حالات پیدا کرنا چاہ رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صنفِ نازک اپنی کم سمجھی کی بنا پر پھر اسفل سافلین کی راہ پر گامزن ہو گئی ہے۔۔۔ میں پہلے آپ کو ایک صحابی کا واقعہ سناؤں گی جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا کہ قبل از اسلام انہوں نے اپنی بچّی کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث مبارکہ کے حوالے سے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ آپ ﷺ نے بیٹی کی پیدائش کے بارے میں بیٹی والے والدین کو کیسی عمدہ بشارتیں دیں۔

قبیلہ بنو تمیم کے سردار قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے اپنی معصوم بچی کو اپنے ہاتھوں زندہ دفن کرنے کا حسرتناک واقعہ سناتے ہوئے کہا :

> "یا رسول اللہؐ! میں گھر سے باہر سفر پر گیا ہوا تھا، میرے بعد میرے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی، میں گھر میں ہوتا تو اس کی آواز سنتے ہی اس کو مٹی میں دبا کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیتا، ماں اس کو جیسے تیسے چند دن تک پالتی رہی، مگر چند دن پالنے کی وجہ سے ماں کی مامتا نے کچھ ایسا جوش مارا کہ وہ اس تصور ہی سے لرز اٹھتی کہ باپ آ کر اس فرشتے کو مٹی میں زندہ دبا دے گا۔ چنانچہ میرے ڈر سے اس نے اپنی پیاری بچی کو اس کی خالہ

کے یہاں بھیج دیا کہ وہاں پرورش پا کر جب بڑی ہو جائے گی تو باپ کو بھی رحم آ جائے گا' میں جب سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے یہاں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا اور بات آئی گئی ہو گئی' بچی اپنی خالہ کے زیر سایہ پلتی رہی یہاں تک کہ کافی بڑی ہو گئی۔ خدا کا کرنا کسی ضرورت سے میں ایک دن گھر سے باہر گیا۔ ماں نے یہ سوچا کہ آج بچی کا باپ گھر پر نہیں ہے' کیوں نہ اس کو بلا لوں اور ماں نے اس کو بلا لیا۔ شامت اعمال کچھ دیر کے بعد میں بھی گھر پہنچ گیا' کیا دیکھتا ہوں کہ نہایت ہی خوبصورت بنی سنوری پیاری بچی گھر میں ادھر سے ادھر دوڑتی پھر رہی ہے' میرے دل میں ایک انجانی محبت نے جوش مارا۔ بیوی نے بھی میری نگاہوں کا انداز دیکھ کر بھانپ لیا کہ پدری محبت جاگ اٹھی ہے اور خون کا اثر رنگ لے آیا ہے۔ میں نے بیوی سے پوچھا' نیک بخت! یہ کس کی بچی ہے' بڑی پیاری بچی ہے! اور میری بیوی نے سارا قصہ سنا دیا' میں نے بے اختیار بچی کو گلے سے لگا لیا۔ ماں نے اسے بتایا کہ یہ تیرے باپ ہیں اور وہ مجھ سے چمٹ گئی۔ باپ کا پیار پا کر وہ تو کچھ ایسی خوش ہوئی کہ ابا ابا کہتے اس کا منہ سوکھتا تھا' اور جب وہ ابا ابا کہہ کر میرے پاس دوڑ کر آتی' تو میں اسے گلے لگا کر عجیب سکون سا محسوس کرتا۔

اسی طرح دن گزرتے رہے اور لڑکی پیار و محبت کے سائے میں ہر فکر سے بے پروا پرورش پاتی رہی' مگر اس کو دیکھ دیکھ کر کبھی کبھی میں سوچتا' اس کی وجہ سے مجھے داماد والا بننا پڑے گا' مجھے یہ ذلت بھی برداشت کرنا ہو گی کہ میری لڑکی کسی کی بیوی بنے' میں لوگوں کو کیسے منہ دکھاؤں گا۔ میری تو ساری عزت خاک میں مل جائے گی' اور آخر کار میری غیرت نے مجھے جھنجھوڑا' میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور میں نے طے کر لیا کہ اس ذلت کے سامان کو میں دفن کر کر ہی دم لوں گا' اور میں نے اپنی بیوی سے کہا' بچی کو تیار کر دو' ایک دعوت میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ بیوی نے اس کو نہلایا دھلایا' صاف ستھرے کپڑے پہنائے اور بنا سنوار کر تیار کر دیا' بچی بھی خوشی سے چہک رہی تھی کہ اپنے ابا جان کے ساتھ جا رہی ہے' اور میں اسے لے کر ایک سنسان جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ بچی کودتی پھاندتی' خوش خوش میرے ساتھ چل رہی تھی' اور مجھ سنگ دل پر یہ جنون سوار تھا کہ جلد اس شرم کی پوٹلی کو مٹی میں دبا دوں۔ بچی کو کیا خبر تھی' معصوم بچی خوشی میں کبھی میرا ہاتھ پکڑتی' کبھی مجھ سے آگے آگے دوڑتی' کبھی پیاری زبان میں باتیں کرتی' یہاں تک کہ میں ایک جگہ جا کر رک گیا۔ پھر میں نے

زمین میں گڑھا کھودنا شروع کیا۔ بچی حیران تھی کہ ابا جان یہاں سنسان جنگل میں یہ گڑھا کیوں کھود رہے ہیں، اور پوچھتی ابا یہ کیوں کھود رہے ہیں، اسے کیا خبر تھی کہ ظالم باپ اس چہکتی پھول سی بچی کے لئے ہی قبر کھود رہا ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے اسے خاموش کر دے۔

گڑھا کھودتے ہوئے جب میرے پیروں اور کپڑوں پر مٹی آتی تو معصوم بچی اپنے چھوٹے چھوٹے، پیارے اور نازک ہاتھوں سے مٹی جھاڑتی، اور توتلی زبان میں کہتی، ابا آپ کے کپڑے خراب ہو رہے ہیں۔ جب میں نے گہرا گڑھا کھود لیا تو ایک دم اس بے گناہ، ہنسی کھیلتی بچی کو اٹھا کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور جلدی جلدی اس پر مٹی ڈالنے لگا، بچی مجھے حسرت سے دیکھتی ہوئے چیختی رہی، ابا جان، میرے ابا جان، یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ابا آپ کیا کر رہے ہیں؟ ابا میں نے کچھ بھی تو نہیں کیا ہے، ابا آپ مجھے کیوں مٹی میں دبائے دے رہے ہیں؟ اور میں بہرا، اندھا اور گونگا بنا اپنا کام کرتا رہا۔ یارسول اللہ ! مجھ سنگدل اور ظالم کو ذرا بھی تو رحم نہ آیا۔ اور بچی کو زندہ دفن کرنے میں اطمینان کی سانس لیتا ہوا واپس آگیا"۔

معصوم بچی کی مظلومیت، بے بسی کا یہ حسرت ناک واقعہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، آنکھوں سے ٹپاٹپ آنسو رواں ہو گئے۔ آپ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ "یہ انتہائی سنگدلی ہے، جو انسان دوسروں پر رحم نہیں کھاتا خدا اس پر کیسے رحم کھائے گا"۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک اور صاحب نے اپنے زمانہ جاہلیت کی آپ بیتی سنائی اور اس کا حسرتناک نقشہ کچھ اس طرح کھینچا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہو گئے۔

"یارسول اللہ ! ہم لوگ ناواقف تھے، ہمیں کچھ خبر نہ تھی، پتھر کے بتوں کو پوجتے تھے اور اپنی پیاری اولاد کو خود اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ یارسول اللہ ! میری ایک بہت ہی پیاری بچی تھی، میں جب بھی اس کو بلاتا وہ دوڑ کر میرے پاس آ جاتی۔ ایک دن میں نے اس کو اپنے پاس بلایا، وہ خوش خوش دوڑی میرے پاس آئی۔ میں اس کو اپنے ساتھ لے کر چلا۔ میں آگے آگے تھا اور وہ میرے پیچھے دوڑی چلی آ رہی تھی، میرے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر ایک گہرا کنواں تھا، جب میں اس کنویں کے

پاس پہنچا تو رک گیا۔ لڑکی بھی میرے قریب آگئی' پھر یارسول اللہؐ! میں نے اس بچی کا ہاتھ پکڑا اور اٹھا کر اس کنویں میں ڈال دیا ---- معصوم بچی کنویں میں سے چیختی رہی اور بڑی ہی دردبھری آواز میں مجھے ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی ---- یارسول اللہؐ! یہی اس کی زندگی کی آخری آواز تھی"۔ (ماخوذ از "حسن معاشرت" تالیف' مولانا محمد یوسف اصلاحی)

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درد بھری داستان سنی تو دل بھر آیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ایک صحابیؓ نے ان کو برا بھلا کہا کہ تم نے خواہ مخواہ یہ دردناک آپ بیتی سنا کر رسول اللہؐ کو دکھ پہنچایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا' نہیں ان سے کچھ نہ کہو' ان سے کچھ نہ کہو' ان پر جو مصیبت پڑی ہے' یہ اس کا علاج پوچھنے آئے ہیں' اور پھر انہی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ہاں میاں ایک بار پھر تم اپنی آپ بیتی سناؤ' صحابیؓ نے دوبارہ اپنی دردناک آپ بیتی سنائی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عجیب حال تھا' روتے روتے آپؐ کی داڑھی تر ہو گئی۔ اور پھر ان سے کہا' تم اسلام لے آئے تو اس کی برکت سے زمانہ جاہلیت کے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ جاؤ' اور اب اچھے کام کرو"۔ (مسند دارمی)

اسی زندہ درگور کی جانے والی بچی کے بارے میں سورۃ التکویر میں یہ الفاظ آئے ہیں ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ...﴾ کہ قیامت کے دن اس زندہ دفن کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ کس جرم کی پاداش میں وہ اتنے خوفناک انجام سے دوچار کی گئی؟ اور اصل باز پرس ان سنگدل لوگوں سے ہو گی جنہوں نے اپنی معصوم بچیوں کو زندہ درگور کیا۔ نبی اکرمؐ نے نہ صرف اس قبیح رسم کو ختم کروایا بلکہ عورتوں کو عزت و احترام کا مقام دیا۔ مسلمانوں کے لئے مناسب طرز عمل یہی ہے کہ وہ لڑکی کی ولادت پر اسی طرح خوشی کا اظہار کریں جس طرح لڑکے کی پیدائش پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے۔ بلکہ اخلاقی اعتبار سے لڑکی کی زیادہ قدر کی جانی چاہئے کیونکہ ان احادیث مبارکہ کے حوالے سے جن میں لڑکی کے والدین کے لئے عظیم بشارتیں دی گئی ہیں' اندازہ ہوتا ہے کہ لڑکی اپنے والدین کے لئے دوزخ سے نجات کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔ سورۂ کہف میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ أَمَلًا ○﴾ کہ "مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہ جانے والی نیکیاں ہیں جو بدلہ پانے اور توقع کے اعتبار سے بہتر ہیں"۔ یہاں بعض علماء کرام نے "وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ" سے بیٹیاں بھی مراد لی ہیں کہ بیٹوں کی تو عام طور پر بہترین تربیت کی جاتی ہے دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے، لیکن بیٹیوں کو بالعموم نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں ترغیب دلا رہے ہیں اگر اچھا بدلہ چاہتے ہو یا اگر تم آخرت کے بارے میں اچھی توقع رکھنا چاہتے ہو تو بیٹیوں پر بھی بھرپور توجہ دو کیونکہ وہ اللہ کے ہاں تمہاری مددگار ثابت ہوں گی (اچھی تربیت پانے کے بعد)۔۔۔ اب احادیث مبارکہ سن لیجئے :

من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامة انا وھو
ھکذا وضم اصبعیه

"جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئیں تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے، اور نبی اکرمؐ نے اپنی دونوں انگلیاں آپس میں ملا دیں"۔

سوچنے کا مقام ہے کہ بیٹیوں کی پرورش اور تربیت تو ہم مسلمان خواتین نے کرنا ہی ہے تو اگر ہم نبی اکرمؐ کے اس قول مبارکہ کے مطابق ان کی تربیت صحیح رخ پر اور دینی احکام کے مطابق کریں گے تو کس قدر خوش قسمتی ہو گی کہ نبی اکرمؐ کی معیت نصیب ہو جائے گی۔ بلاشبہ یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

اگلی حدیث مبارکہ اس سے بھی زیادہ قابل توجہ ہے اور دل و دماغ کو تسکین دینے والی ہے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ :

لاتکرھوا البنات فانی ابو البنات

"کہ (اے مسلمانو) بیٹیوں سے نفرت نہ کیا کرو کیونکہ میں بھی تو بیٹیوں کا باپ ہوں"۔

اللہ، اللہ، بیٹیوں والوں کی دلجوئی کس انداز میں کی جا رہی ہے کہ جن کے ہاں صرف بیٹے ہوں ان کے دل میں بھی بیٹی کی خواہش جنم لینے لگے۔ معلوم ہوا کہ ہر بیٹی والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص نسبت حاصل ہے۔ لیکن نسبت بامعنی تبھی بنتی ہے کہ

جب ہم اولاد کی تربیت کے معاملے میں انؐ کی ہدایات پر چلنے کی کوشش کریں اور بنات النبیؐ اور ازواج النبیؐ کا اسوہ اپنے سامنے رکھیں۔ خصوصاً حضرت فاطمہؓ کا کہ سردارِ دو عالمؐ کی بیٹی ہونے کے باوجود کئی کئی دن فاقے آتے، کئی کئی دن چولہے ٹھنڈے رہتے، پانی کے مشکیزے خود بھر بھر کر لاتیں اور چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے۔ ان حالات میں بھی زبان پر کوئی شکوہ نہیں ہے، صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔ اور آگے اپنی اولاد کی تربیت بھی کیسے شاندار طریقے سے کی! اسی لئے حکیم الامت نے کہا تھا۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری!

اگر چاہتیں تو آرام اور عیش سے بھی زندگی بسر کر سکتی تھیں۔ لیکن اخروی کامیابی اور دوزخ کی آگ میں ڈالے جانے کے خوف سے ساری عمر خود بھی اعمال صالحہ پر کاربند رہیں اور اپنے بچوں کی بھی مثالی تربیت کی۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ وہ عظیم خاتون تھیں کہ جو انتہائی مالدار اور صاحب حیثیت خاتون کے طور پر مشہور تھیں۔ لیکن انتہائی پاکباز، راست گو، خدا ترس اور خوش اخلاق۔ تبھی ان کی گود میں حضرت فاطمہؓ جیسے پھول کھلے اور پروان چڑھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ جیسی عظیم خواتین کو اپنا اسوہ بنائیں اور ان جیسا کردار اپنانے کی مقدور بھر سعی کریں۔

ایک حدیث اور سن لیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من كانت له ثلاث بنات فصبر عليهن فاطعمهن وسقاهن وكساهن من جدته كن له حجابا من النار

"کہ جس کسی کے ہاں تین بیٹیاں ہوئیں اور اس نے ان پر صبر کیا اور ان کو اچھا کھلایا اچھا پلایا اور اپنی کمائی میں سے اچھا پہنایا اور اپنی کمائی میں سے اچھا پہنایا تو قیامت کے دن وہ بیٹیاں اس کے اور دوزخ کی آگ کے درمیان حجاب کی صورت بن جائیں گی"۔

خود نبی اکرمؐ بیٹیوں سے کس درجے محبت اور احترام کا معاملہ کرتے تھے اس کا اندازہ سیرت کی کتابوں سے بخوبی ہوتا ہے۔ آپ کی بیٹیاں جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو

آپ ان کا استقبال کرتے اور انہیں اپنا جگر گوشہ قرار دیتے۔ چنانچہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ جس نے فاطمہؓ کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے تکلیف دی۔ یہ تو تھا نبی اکرمؐ کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ معاملہ۔ ہمارا حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہم لوگ بیٹیوں سے محبت اس لئے نہیں کرتے کہ معاشرے میں بیٹی کا کوئی مقام نہیں ہے۔ ہندوانہ ذہنیت نے ہم مسلمانوں کی سوچ کو مسخ اور اقدار کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے (آمین)

(جاری ہے)

مدیر ”ندائے خلافت“ اقتدار احمد مرحوم کی پہلی باقاعدہ تصنیف

ترکی کے ایک سفر کی تاثراتی روداد

جس میں وہ امیرِ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ہمرکاب تھے

زبانِ یارِ من ترکی ...

اسلوبِ نگارش کے اعتبار سے ایک منفرد سفرنامہ

جو قاری کو جابجا دعوتِ فکر بھی دیتا ہے اور اسلام کی عظمتِ پارینہ کے حوالے سے خون کے آنسو بھی رلاتا ہے۔

جس میں دورانِ سفر پیش آنے والے واقعات کی صحیح صحیح منظر نگاری بھی ہے، اور زبان و ادب کی چاشنی بھی!

جس میں حقائق کی نہایت عمدہ لفظی تصویر کشی ہی پر اکتفا نہیں کی گئی، ترکی کے قابلِ دید مقامات کی دیدہ زیب رنگین تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں

جسے بجا طور پر حسنِ معنوی اور حسنِ ظاہری کا دلآویز مرقع قرار دیا جا سکتا ہے

عمدہ کمپیوٹر کتابت، نفیس طباعت، دبیز سفید کاغذ، خوشنما سرورق، مضبوط دیدہ زیب جلد

صفحات ۲۰۰، قیمت۔/ ۱۲۰ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور

اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلے نہ کرنے والے کافر ہیں، فاسق ہیں، ظالم ہیں!

مرسلہ : گل محمد قریشی گوجرانوالہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰیٰتِی ثَمَنًا قَلِیْلًا" اور "وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ"۔ ترجمہ "اور میری آیتیں معمولی سی قیمت کے عوض مت بیچو" اور "جو بھی اللہ کے نازل کردہ (قانون) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں۔" (المائدہ : ۴۴)

مذکورہ آیت اور اس کے بعد کی آیت سے یہ امر واضح اور ثابت ہے کہ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ (یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین) کے علاوہ کسی بھی نظام یا قانون پر چلنے والے لوگ اللہ کے نزدیک کافر، ظالم اور فاسق ہوتے ہیں چاہے ان کا دعویٰ کچھ بھی ہو۔ دراصل محمد ﷺ پر نازل شدہ دین کے مقابل ہر نظام طاغوتی ہے جو محض ہوائے نفسانی یعنی خواہشات کا پیدا کردہ ہے اور جس کے کفر و شرک ہونے میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ سورۂ جاثیہ کی آیت ۲۳ میں صاف فرمادیا گیا ہے۔ "اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ..." "تو کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو الٰہ بنالیا ہے تو اللہ نے بھی اسے علم کے رکھنے کے باوجود گمراہ کردیا۔ اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب اللہ کے سوا کون اسے رستے پر لاسکتا ہے۔ سو کیا تم غور نہیں کرتے؟ اس آیت کی رُو سے خواہشِ نفس کی تابعداری شرک ہے اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا مشرک۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا صرف ایک ہی مطلب و مقصد ہے کہ اِلٰہ تو فقط اللہ ہی ہے جس کے علاوہ دوسرے اِلٰہ اختیار کرنا شرک ہے۔ یہی کلمۂ طیبہ قرآنی پیغام کا محور ہے، جس کی وضاحت اور دوسرے آلِهَة (یعنی الٰہوں) کی تفصیل مختلف پیرایوں میں قرآن میں

☆ "افکار و آراء" کے تحت شائع کئے جانے والے مراسلات و مضامین سے ادارے کا کلی اتفاق ضروری نہیں۔

قریباً ۲ ہزار مرتبہ آئی ہے۔ خلاصہ جس کا یہ ہے کہ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ تو اسلام ہے مگر انسان کی خواہشِ نفسانی پر مبنی ہر نظام کفر و شرک ہے۔ سورۃ القصص آیت ۵۱ میں فرمایا : "اگر یہ لوگ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو یہ لوگ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

چنانچہ قرآن و حدیث کا تمام تر زور اس بات پر ہے کہ ہر نظام چاہے وہ جمہوریت ہو یا سرمایہ داری' اشتراکیت ہو یا سوشلزم' قبائلی ہو یا رواج' کھلم کھلا کفر و شرک ہے۔ کیونکہ تمام انسانی نظام یا طریقے خواہشات ہی کی پیداوار ہیں۔ چنانچہ متذکرہ نظاموں کے چلانے والے بھی از روئے قرآن و حدیث کافر' فاسق اور ظالم ہیں۔ چاہے وہ ان باطل نظاموں کے تحت فیصلے کرنے والے ہوں یا ان فیصلوں کو نافذ کرنے والے' اس نظام کی حفاظت کرنے والے ہوں یا انہیں سلوٹ سلامی کرنے والے' خواہ عدلیہ کے اراکین ہوں جیسے جج اور وکلاء یا سیاستِ جمہوریت کے ٹھیکیدار ہوں جیسے صدر' وزراء اور سینٹ اور اسمبلیوں کے ممبران' اور چاہے انتظامیہ کے اہل کار ہوں جیسے فوج اور پولیس اور بارڈر فورس کے افسران سپاہی اور تھانیدار یا تعلیمی نظام کے محافظ ہوں جیسے کالجوں اور سکولوں کے پروفیسر اساتذہ وغیرہ۔

سورۂ نساء کی آیت ۷۶ واضح طور سے ان دو مخالف رستوں کا فرق بتاتی ہے۔ ایک اللہ کی راہ ہے جبکہ دوسری طاغوت کی۔ "اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا ..... الخ" ترجمہ! "جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں تو اس لئے تم شیطان کے حمایتیوں سے جنگ کرو۔ کیونکہ شیطان کا داؤ کمزور ہوتا ہے"۔ چونکہ اب موجودہ وقت میں تمام دنیا میں رائج نظام یعنی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے لے کر ہماری ملکی انتظامیہ کے معمولی سے معمولی شعبے تک مکمل طور سے طاغوتی ہے تو ذرا سوچئے کہ کیا ہماری افواج کی جانیں بھی اسی نظام کی حفاظت کے لئے نہیں ہیں؟۔ حالانکہ سورۂ توبہ میں تو مومنوں کی ایک صفت اَلْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ بیان کی گئی ہے۔ یعنی مؤمن لوگ تو اللہ کی

حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور صرف اسی کی راہ میں لڑتے اور جنگ کرتے ہیں۔ کیا افواجِ پاکستان کا عمل ان آیات کے مطابق ہے؟

علاوہ ازیں سورۃ النساء کی آیت ۶۵ میں رسول اللہؐ کے فیصلوں سے روگردانی کرنے والے لوگوں کو غیر مؤمن کہا گیا ہے۔ "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ"۔ اسی سورۃ کی آیت ۱۱۵ میں مومنوں کا رستہ چھوڑ کر جانتے بوجھتے دوسری راہوں پر چلنے والوں کو رسول کا دشمن اور جہنمی قرار دیا گیا ہے۔ "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ"۔ سورۂ آل عمران ۸۵ میں اسلام کے علاوہ ہر دین یا نظام کو غیر مقبول قرار دیا گیا ہے "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا" چنانچہ ان قرآنی تصریحات کے مطابق تو ہمارا تمام رائج نظام کفر بلکہ اسلام دشمنی کے زمرے میں آتا ہے تو بھلا زبانی اسلام دوستی اور حبِ رسول ﷺ ہمارے کس کام آ سکتی ہے۔

یاد رہے کہ لینن و مارکس کے فلسفے ہوں یا لارڈ میکالے کے نظریات' آرٹ اور ثقافت کے نام پر فحاشی و بے حیائی اور مغرب پرستی ہو یا رسم و رواج کے پردے میں اپنی ہندوانہ ذہن کی تسکین' سب کی سب انسانی خواہشات کی پیروی ہے اور ہمارے افسران و سیاست دان ہوں یا جج مجسٹریٹ' سب اسی نظام و تہذیب و ثقافت کی پیداوار ہیں جن کی بنیاد خواہشات پر رکھی گئی ہے حالانکہ وحی الٰہی تو ادب و تعلیم و ثقافت کے لحاظ سے مکمل نظام ہے جو نہ تو مروجہ دینی و دنیاوی علوم کا محتاج ہے نہ ان مشرقی یا مغربی علوم و فنون کا۔ خلفائے راشدین کے دور میں تو اسلامی نظام و تعلیم کی بنیاد صرف قرآن و حدیث تھے مگر زوالِ امت کے ذمہ دار غلامانہ ذہن کے علماء نے درس نظامی میں ہر مدرسہ میں فقہ منطق وغیرہ پر مشتمل چودہ علوم کی شرط لگا کر عام مسلمانوں کو وحی کے علم سے محروم کر دیا اور خود دینی علوم کے ٹھیکیدار بن بیٹھے۔ اسی طرح مشائخ طریقت مراقبوں اور چلہ کشی کو لازم کر کے خود تو اولیاء اللہ بن بیٹھے مگر عوام کو قرآن و حدیث سے دور کر دیا۔ اسی طرح امراء اور سرمایہ داروں نے انگریزی تعلیم اور نظام کو وحی آسمانی کی طرح قبول کر کے اور اقتدار پر قبضہ جما کر عوام کو غلام بنا لیا حالانکہ نہ تو قرآن و حدیث پر کسی ایک طبقے کی اجارہ داری ہے نہ اللہ کی ولایت کسی کی میراث ہے اور نہ ہی حکومت امیروں کے باپ کی جائیداد ہے۔ دورِ خلافتِ

راشدین میں اسلامی حکومت عرب و عجم پر قائم تھی۔ حالانکہ نہ چودہ علوم کے مدارس تھے نہ رہبانیت کی خانقاہیں اور نہ ہی انگریزی کالج۔ مگر چونکہ وحی الٰہی انسانوں کے وجود میں اپنے تمام تقاضوں سمیت موجود تھی لہٰذا اسلامی نظام بھی مکمل تھا۔ مگر آج ہم اس سے اس لئے محروم ہیں کہ وحیِ الٰہی فقط کاغذ پر ہے یا زبانوں پر۔ اور وہ بھی آج مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے، کسی کے پاس توحید اور ردِّ شرک کی آیات و احادیث ہیں تو کسی نے دعوت و تبلیغ والی آیات اپنالی ہیں۔ کوئی صرف جہاد کا نعرہ بلند کر رہا ہے تو کوئی ذکر و فکر ہی کو نجات کا واحد ذریعہ سمجھتا ہے اور واحد رستہ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس تقسیمِ وحی کی وجہ سے امت بھی گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے "وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ ......" "اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔ ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے اپنے دین میں تفریق کی اور گروہ در گروہ یعنی فرقے فرقے ہو گئے۔ ہر گروہ اپنے اپنے نظریات و عقائد میں مگن ہے جو ان کے پاس ہے"۔ (الروم ۳۱-۳۲)

بلکہ ہمارے مذہبی پیشواؤں یعنی علماء و مشائخ اور تبلیغی بزرگوں کے رویئے سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انہوں نے حاکم طبقات کے ساتھ ایک سمجھوتہ کر رکھا ہو کہ نظامِ حکومت کی باگ ڈور یعنی امامتِ کبریٰ تو سرمایہ داروں کے پاس رہے اور امامتِ صغریٰ یعنی مسجد و تلاوت، نکاح و جنازے اور وعظ و تبلیغ وغیرہ مذہب کے ان ٹھیکیداروں کے قبضے میں رہیں۔ اسلامی نظام کے لئے اصل رکاوٹ یہ رویّہ بھی ہے کہ ہمارے مذہبی پیشواؤں نے قرآن کو تعویذ، دَم، تلاوت اور ختمِ قرآن کے چکروں میں الجھا کر اسے صرف اجرت اور وظیفہ خوری کا ذریعہ بنا ڈالا۔ (الاماشاء اللہ) یوں یہ لوگ حق کو چھپانے کے مرتکب بھی ہیں اور قرآنی فتوؤں کی زد میں آتے ہیں۔

فرمایا! "إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ" ترجمہ! "جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں، کسی غرض سے چھپاتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم نے لوگوں کے لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی لعنت اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو۔" (البقرہ آیت ۸۵) حق کو

چھپانے کے لحاظ سے دو باتیں اہم ہیں۔ ایک تو یہ تمام مشائخ اور علماء اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کو صرف گناہ کہہ کر گویا لوگوں کو نجات و بخشش کے بارے میں شدید غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے مجرم ہیں۔ یہ لوگ کلمہ گوئی کی آڑ میں ہر جرم کو معمولی سمجھنے لگے ہیں حالانکہ قرآن کے مطابق جس گناہ میں بھی خواہشِ نفس شامل ہو جائے اور انسان اگر اپنی خواہشِ نفس کا بے دام غلام بن جائے تو یہ طرزِ عمل سراسر شرک ہے۔ قرآن و سنت کے مطابق تو ٹی وی کی فحاشی اور وی سی آر اور ڈش انٹینا کی بے حیائی میں مبتلا لوگ بھی ملعون یعنی لعنتی ہیں۔ واضح رہے کہ گناہ کبیرہ و صغیرہ تو مؤمن سے بھی سرزد ہو جاتے ہیں مگر وہ فوراً توبہ کرکے پھر ہمیشہ کے لئے اس سے باز آجاتے ہیں۔ مگر آج علماء چونکہ صرف بت کو سجدہ کرنے کو کفر و شرک کہتے ہیں تو اسی لئے ہر قسم کے کفر و شرک مسلمانوں کے معاشرے میں پھیل گئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کی آیات حکمران طبقات اور سرمایہ داروں کو کافر قرار دیتی ہیں، اکثر علماء انہیں نہ صرف بیان کرنے سے احتراز کرتے ہیں بلکہ حاکموں اور سرمایہ داروں کی طرف سے وکالت اور مناظرے کرنے کو بھی تیار ہیں کہ گورنمنٹ کے اہل کار کلمہ گو ہونے کے ناطے سے مسلمان ہیں حالانکہ قرآن تین طبقوں یعنی علماء مشائخ اور سرمایہ داروں کو رد کرتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے : "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ..."

"اے ایمان والو بے شک احبار و الرھبان (یعنی علماء و مشائخ) میں سے کثیر لوگ عوام کے مال ناحق اور باطل طریقے سے کھا جاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں (یعنی سرمایہ دار) اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو المناک عذاب کی خبر سنا دو" (التوبہ : ۳۴) لہٰذا اگر علماء مشائخ اور تبلیغ والے اپنے مدرسوں، مرکزوں اور خانقاہوں اور جماعتوں میں قرآن مجید کی وہ آیات جن میں ناحق مال کھانے والوں اور دین حق کو چھپانے والوں پر کھلے الفاظ میں لعنت کی گئی ہے (یعنی البقرہ : ۱۵۹ تا ۱۶۱، المائدہ : ۸۰، الاحزاب : ۶۰-۶۱) کھول کھول کر بیان نہ کریں تو یہی

پیشوایانِ دین کتمانِ حق کے مجرم ہوں گے۔ یعنی اگر یہ لوگ کفر کے نظام پر چلنے والی حکومت اور بے حیائی میں ڈوبے ہوئے معاشرے پر لعنت کا فتویٰ نہیں لگاتے تو یہ خود از روئے قرآن قابلِ مذمت قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ عوام سے اپیل ہے کہ وہ اپنے علماء مشائخ اور تبلیغی بزرگوں کو قرآن کی یہ آیات بیان کرنے پر مجبور کریں۔ ان کے انکار کی صورت میں ان کی امامت و پیشوائی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو افغانستان میں جہاد سے اور پاکستان و ہندوستان میں تبلیغ سے کوئی اسلام آسکا۔ اب اگر ان علماء مشائخ کی وجہ سے آدھا نظام تو اللہ کا نازل کردہ مانیں اور آدھا اپنی خواہشات کا بنایا ہوا تو ہم از روئے قرآن دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کے حقدار قرار پاتے ہیں اور آخرت میں بھی شدید عذاب کے مستحق۔ (البقرہ : ۸۵) حقیقت تو یہ ہے آج ایک بھی ہمارا ملک عملاً اسلام پر قائم نہیں، محض نام کے اسلامی ممالک ہیں۔ اسی لئے رسوائی ان کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔ بقول حالی مرحوم۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ضرورت رشتہ

نیک سیرت بچی، قد درمیانہ، تعلیم میٹرک، سلیقہ شعار، کھانے پکانے اور سلائی کڑھائی میں ماہر، کے لئے سنجیدہ، متوازن، شریف، نیک اور مخلص گھرانے سے تعلیم یافتہ برسرروزگار رشتہ درکار ہے، جو فضولیات جاہلانہ اور غیر ضروری رسم و رواج کے پابند نہ ہوں۔

برائے رابطہ : ع م۔ معرفت مدیر میثاق 36/k، ماڈل ٹاؤن، لاہور

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

افکار و آراء

مسلمانانِ برِّ عظیم پاک و ہند و بنگلہ دیش
عظیم ورثہ.... مخدوش مستقبل

تحریر : انجینئر مختار حسین فاروقی

برعظیم جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی آمد دورِ خلافت راشدہ ہی میں شروع ہو گئی تھی۔ مسلمان تاجر بحیرۂ عرب اور بحرِ ہند کے ساحلی علاقوں پر آتے تھے اور اپنے اعلیٰ کردار اور حسنِ اخلاق سے لوگوں کو گرویدہ بنا لیتے تھے۔ ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم کی آمد کے بعد تو گویا ایک بند ٹوٹ پڑا اور سرزمین سندھ میں اسلامی حکومت کے قیام سے اسلام کی برکات ہر طرف پھیلنے لگیں۔ مگر بعض اسباب کی بنا پر یہ سلسلہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ تاہم یہ عارضی اور وقتی آمد بھی یہاں کے جاہلی معاشرہ کے اہل علم کی آنکھیں خیرہ کر گئی۔

اسلام کا ورودِ ثانی شمال مغربی علاقہ سے ہوا اور یہ داخلہ دیرپا اور پائیدار ثابت ہوا' اور یہاں کے تہذیبی' ثقافتی اور نظریاتی خلا اور پسماندگی کے لئے مداوا ثابت ہوا۔ اس طرح اسلام نے لوگوں کے دلوں میں گھر کیا جس کے نتیجے میں مقامی حضرات کی کثیر تعداد مسلمان ہو گئی۔

یہاں کی مسلمان حکومتیں اور صوفیائے کرام کی مساعی سے جو اسلام عوام میں پھیلا وہ اگرچہ اپنے اندر خلافت راشدہ کے دور کا جوش و جذبہ تو نہیں رکھتا تھا مگر بعد کے ادوار سے بدرجہا بہتر تھا۔ اس دوران علماء کی کاوشوں سے مسلمانوں کا علمی ورثہ یہاں آیا اور ہندوستان کے فلسفیانہ مزاج اور افتادِ طبع کی آمیزش نے اس کو ایک نئی سمت دی۔ چنانچہ محمد بن عبد الوہابؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مساعی کا رنگ اگرچہ اصلاحی تھا مگر نوعیت اور گہرائی میں بہت نمایاں فرق رہا۔

یہاں مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ (رحمہما اللہ) کی مساعی سے دین کے اصل ماخذ یعنی قرآن و حدیث کے ساتھ عوام کی دلچسپی پیدا ہوئی اور ہندی مزاج کی منطقیت کی وجہ سے قرآن فہمی کے مختلف مکاتب فکر پیدا ہوئے جس کے نتیجے میں قرآن مجید کے تراجم کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ یہ سلسلہ بہت مبارک ثابت ہوا اور اس طرح برعظیم میں انگریزوں کی آمد سے عدالتی سطح پر اسلامی قوانین کی منسوخی اور قاضی کورٹس کے خاتمے سے جو خلا پیدا ہوا تو علماء میں سے بہت سے حضرات نے اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی' اگرچہ اولاً یہ کوشش عسکری میدان میں ہوئی کہ گویا صرف حکومت کی تبدیلی سے یہ معرکہ سر ہو جائے' مگر مغربی استعمار کے سامنے یہ وقتی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور ۱۸۵۷ء کی ناکام بغاوت کے بعد گویا یہ کوشش سرد پڑ گئی۔

اب مسلمانوں کے خیر خواہ اور ملی جذبہ رکھنے والے حضرات نے دوسرے میدان کا انتخاب کیا اور پہلے سے موجود مساعی کا سلسلہ آگے بڑھا۔ نتیجتاً قرآن پر ازحد توجہ ہوئی اور دنیا بھر میں سب سے زیادہ قرآن فہمی اس خطے کے حصے میں آئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تراجم قرآن مجید پر سب سے زیادہ اور وقیع کام سرزمینِ ہند میں ہی ہوا اور دنیا میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ باطل مغربی استعمار کی بالادستی اور اہل حق کے "اصحابِ کہف" کی سنت پر عمل کرنے سے جو کیفیت پیدا ہوئی' قرآن مجید سے تمسک اور دلچسپی کی وجہ سے اس دور کی ایک گونہ نسبت دورِ نبوی سے پیدا ہو گئی اور یوں باطل کی یلغار اور جدید مشرکانہ خیالات و نظریات کے مقابلے کے لئے مسلمانوں کے ہاتھ میں قرآن آ گیا۔

ان کاوشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیسویں صدی کے آغاز پر ایک طرف حکومتِ الٰہیہ کا غلغلہ بلند ہوا اور اس کے لئے ایک حزب اللہ کی ضرورت کا احساس ہوا' جس کے سب سے بڑے نقیب تو علامہ اقبال مرحوم تھے مگر عملی اقدام کی سعادت مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (رحمہما اللہ) کے حصے میں آئی' یہاں تک کہ اسلامی انقلاب کا نعرہ مشرق و مغرب میں گونجنے لگا۔ قرآن سے تمسک اور علومِ قرآنی کی طلب و جستجو نے بالآخر مولانا فراہی کی شکل اختیار کی اور مولانا فراہی اور ان کے جلیل القدر شاگرد اور مفسر مولانا امین

احسن اصلاحی نے اس میں مزید حسن اور نکھار پیدا کیا۔

اس خطہ کی دورِ نبوی سے مشابہت کا یہ پہلو بھی ہے کہ علوم قرآن کی ترویج ہوئی اور "دعوت رجوع الی القرآن" کے داعی اور مفسرِ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد مسلمانوں کو قرآن مجید سے از سرنو جوڑنے کی مساعی کو گزشتہ ربع صدی میں بہت آگے لے گئے اور شہادت علی الناس، اقامت دین، اظہار دین اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دورِ ثانی جیسی اصطلاحات عام ہو کر زبان زدِ خاص و عام ہو گئیں اور یوں علامہ اقبال کی پیشین گوئی ؎

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی

کے مطابق نطقِ اعرابی اور ذہنِ ہندی نے تو مل کر مسلمانوں میں اسلام کا حرکی تصور (Dynamic Concept of Islam) پیدا کر دیا ہے اور اس کے لئے اب اجتماعی کوششیں بھی زوروں پر ہیں، مگر ابھی عالمی غلبہ یعنی "شکوہِ ترکمانی" کا مرحلہ باقی ہے۔ اب یہ مشکل مرحلہ سرپر ہے اور مسلمانانِ جنوبی ہند مشکل وقت سے دوچار ہیں۔ ایک دوراہا ہے جو سامنے ہے۔ گویا "یا چناں کن یا چنیں" والی کیفیت پیدا ہو چکی ہے، یا تو نظامِ خلافت کے قیام کے لئے خطہ پاک و ہند و بنگلہ دیش کے مسلمان جان کی بازی لگا دیں، اگرچہ یہ ذمہ داری سب سے زیادہ مسلمانانِ پاکستان پر عائد ہوتی ہے کہ وہ حقیقتاً اس کے امین اور وارث ہیں، اور یوں تاریخ اسلام کے "الفِ ثانی" میں گزشتہ چار صدیوں کی مساعی کامیابی سے ہمکنار ہوں اور پاکستان نظام خلافت کے عادلانہ نظام کا گہوارہ بنے اور عالمی نظام خلافت کا نقطہ آغاز بن جائے۔ بصورت دیگر اللہ تعالیٰ مسلمانان پاکستان کو ان کی کوتاہیوں، وعدہ خلافیوں، غلط نمائندگی اور قرآن کی تعلیمات سے روگردانی کے جرم کی پاداش میں مجرم ٹھہرا کر اغیار (ہندوستان اور نیو ورلڈ آرڈر کے کرتا دھرتا یہود اور عیسائی) کے ذریعے ذلت و رسوائی تھوپ کر ہمارا نام و نشان بھی دنیا سے مٹا دے، جیسا کہ ۲۵ سال قبل آدھا پاکستان ختم ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ ۲۵ سال ہونے والے ہیں کہیں تاریخ اپنے آپ کو دہرا نہ دے اور سنت الٰہی پوری نہ ہو جائے۔ (خدا کرے کہ ایسا نہ ہو)

مسلمانان پاکستان کے ہاتھوں میں آج مسلمانانِ ہند اور مسلمانانِ بنگلہ دیش کی قسمت

بھی آن ٹھہری ہے۔ اگر ہم قرآن سے تمسک اختیار کرتے ہوئے دین کے تقاضے پورے کریں اور وقتی مفادات سے کنارہ کش رہ کر صرف انقلابی طریق پر کام کرکے' جو کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا عکس اور پرتو ہے' ایک منظم جماعت کی شکل میں حزب اللہ کا کردار ادا کریں تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اپنی خاص رحمت سے تائید فرما کر حزب الشیطان (اور بالخصوص بزرگ شیطان امریکہ اور اس کے Master Mind یہود) پر فتح عطا فرمادے۔ بصورت دیگر حزب الشیطان کا عالمگیر غلبہ ہمارے سر پر کھڑا ہے اور عذاب الٰہی کی شکل اختیار کرکے عذاب کا کوڑا پڑنے والا ہے۔

فیصلہ میرے اور آپ کے ہاتھوں میں ہے کہ مسلمانان پاک و ہند و بنگلہ دیش نے عذاب الٰہی کا نوالہ بننا ہے یا عالمی نظام خلافت کے نقطہ آغاز کے لئے کوئی کردار ادا کرنا ہے!!۔۔۔ ہمت کیجئے' آگے بڑھئے اور اپنا دینی فریضہ ادا کیجئے اور دنیا و آخرت میں سرخرو ہونے کی سعی کیجئے' نہ کہ دوسروں کا وبال بھی اپنے اوپر لادنے کی حماقت۔ OO

۶۸ ایمان افروز واقعات پر مشتمل قاضی عبیداللہ حلیم فضلی کی تالیف

توبہ

جو پیر طریقت محترم قاضی محمد حمید فضلی مدظلہ العالی کے حکم پر مرتب کی گئی

خود پڑھئے اور احباب کو تحفہ میں دیجئے

سفید کاغذ' کمپیوٹر کتابت' عمدہ طباعت' مضبوط جلد' قیمت صرف -/۱۰۰ روپے

شائع کردہ : ادارہ فیوضات مجددیہ خانقاہ فضلیہ' شیر گڑھ' تحصیل و ضلع مانسہرہ

نوٹ : یہ کتاب مکتبہ انجمن ۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے

رودادِ اجتماع

تنظیم اسلامی کے بیسویں سالانہ اجتماع کے موقع پر منعقد ہونے والی

پہلی عالمی احیاءِ خلافت کانفرنس

کی مفصل رپورٹ

مرتب : رفاقت علی شاہد

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام ۲۰/ اور ۲۱/ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو اقبال پارک میں مینار پاکستان کے سائے تلے پہلی "عالمی احیاءِ خلافت کانفرنس" منعقد ہوئی جس میں ملک کے طول و عرض سے علماء کرام اور طالبان خلافت نے شرکت کی۔ بعض مہمان مقررین کو بیرون ملک سے بھی بلایا گیا تھا۔ یوں یہ کانفرنس عالمی اہمیت اختیار کر گئی۔

یہ ایام تنظیم اسلامی پاکستان کے سالانہ کنونشن کے بھی تھے جو ۲۰/ سے ۲۲/ اکتوبر تک جاری رہا۔ اس دوران پہلے دو دن رات ساڑھے آٹھ بجے 'بعد از نماز عشاء' اس کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ دونوں دن یہ بابرکت اجتماع نصف رات گئے تک جاری رہا اور اہل لاہور کو خلافت کی اذان سناتا رہا۔

مینار پاکستان کے نزدیک جنوب مشرقی سمت وسیع میدان پر شامیانے نصب کئے گئے تھے۔ سرسبز گھاس پر دریاں بچھا کر حاضرین کی نشست کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ خواتین کے لئے علیحدہ شامیانے کا انتظام تھا۔ مرد حضرات کے شامیانے میں مغربی طرف تقریباً ۸ فٹ اونچا اسٹیج تیار کیا گیا تھا۔ اسٹیج کے درمیان مشرقی سمت مقرر کے لئے جگہ مخصوص تھی۔ مقرر کے دائیں بائیں دو رویہ کرسیوں کی قطاریں تھیں جن پر مقررین کے علاوہ کانفرنس کے منتظمین تشریف فرما تھے۔

آغاز کانفرنس

"احیاءِ خلافت کانفرنس" کا آغاز ڈاکٹر اسرار احمد 'امیر تنظیم اسلامی پاکستان' کے اس خطاب سے ہو گیا تھا جو انہوں نے تنظیم کے بیسویں سالانہ اجتماع کے موقع پر ۲۰ اکتوبر کو نماز جمعہ سے قبل دیا تھا۔ اس خطاب میں ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا تھا کہ دنیا کے خاتمے سے پہلے عالمی سطح پر اسلام کا غلبہ لازماً ہو گا۔ حق و باطل کے مابین سرد جنگ عرصے سے جاری تھی جو اب بڑھ کر گھمسان کی جنگ کا روپ دھارنے والی ہے۔ یہود' اسلام کے خاتمے کی عالمی سازش کر رہے ہیں مگر ان کی کوشش ہرگز کامیاب نہیں ہو گی۔ امت مسلمہ پر اگرچہ کئی بار زوال آ چکا ہے مگر مسلمان بحیثیت امت دنیا سے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ مسلمانوں اور یہود کے مابین کھلی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔

پاکستان عالمی ابلیسی قوتوں کی سازشوں کا گڑھ بن کر ان کے شکنجے میں آیا ہی چاہتا ہے۔ یہود نے لبرل ازم کے

نام پر فکری آوارگی' جنسی آزادی اور سودی معیشت کے ذریعے پوری دنیا پر قبضہ کر رکھا ہے اور امریکہ جیسی سپریم طاقت کی کرنسی پر بھی یہود کا کنٹرول ہے۔ جس ملک کی کرنسی بھی اس کے اپنے کنٹرول میں نہ ہو' اس کی آزادی و خود مختاری کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ اسرائیل کے قیام سے ایک سال پہلے پاکستان کا قیام اسرائیل کا توڑ ہے۔ یہودی استعمار نے امریکہ سمیت مغربی ممالک کو اپنے زیر اثر کرنے کے بعد عرب ممالک کو فتح کر لیا ہے اور اب استعمار کا رخ مشرق کی جانب ہے' جس کا ہدف غیر مسلم ممالک میں جاپان' بھارت' کوریا اور چین ہیں' جبکہ مسلم ممالک میں پاکستان سمیت ترکستان' ایران اور افغانستان ان کی ہٹ لسٹ پر ہیں۔ اب یہودی عالمی استعمار کے خلاف کھلی جنگ کا وقت آگیا ہے۔ یہ جنگ کسی فرد یا قوم کے خلاف نہیں بلکہ اس عالمی استعمار کے خلاف ہو گی۔

پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کی ایک بڑی وجہ غیر ملکی مداخلت ہے۔ چنانچہ پاکستان میں اسلام دشمن طاقتیں کسی بھی طرح کا استحکام پیدا نہیں ہونے دیتیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ایٹم بم کا نعرہ لگایا اور عالم اسلام کو متحد کر کے شاہ فیصل کی آنکھوں کا تارا بن گیا جسے امریکہ نے مارشل لاء نافذ کروا کر جنرل ضیاء الحق کے ذریعے اقتدار سے محروم کر کے پھانسی لگوا دیا۔ اگرچہ بعد میں خود ضیاء الحق صاحب بھی اپنے آقا کی حکم عدولی کی وجہ سے اپنے انجام کو پہنچا دیئے گئے۔

نواز شریف' بے نظیر بھٹو اور الطاف حسین تینوں بڑے لیڈر ہیں مگر یہ سب اپنے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔ نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں شریعت کی بالادستی والی ترمیم پیش کرنے کی جرات نہ کی اور سود کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر کے امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اب بے نظیر بھٹو بھی امریکہ کے اشاروں پر ناچ رہی ہے اور وہ مغربی استعمار کی سب سے بڑی ایجنٹ اور آلہ کار بن چکی ہے۔ پاکستان اپنے مقصد سے منحرف ہو کر غلط سمت کی جانب بہت آگے نکل چکا ہے جسے اب ایک بھرپور عوامی انقلابی تحریک کے ذریعے بچایا جا سکتا ہے۔

فوج سے مذہبی لوگوں کی گرفتاری ملک دشمنی اور مسلح افواج کے خلاف سازش ہے۔ فوج قوم ہی کا حصہ ہے لہٰذا اس کے ذہنی جذبات پر کوئی طاقت پابندی عائد نہیں کر سکتی۔ تاہم فوجی بغاوت کے ذریعے اسلامی انقلاب نہیں آسکتا۔ فوج سے اسلامی عناصر کا اخراج نہایت تباہ کن اثرات کا حامل ہو گا اور پاکستان میں بھی الجزائر اور مصر جیسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ عوام کسی بھی قیمت پر فوج سے اسلامی عناصر کا اخراج برداشت نہیں کریں گے۔ جذبہ ایمانی اور شوق شہادت ہی ہماری فوج کا امتیازی نشان ہے۔ اگر فوج سے یہی جذبہ ختم کر دیا گیا تو یہ فوج یہودی استعمار کا آلہ کار بن کر رہ جائے گی۔

تبلیغی جماعت اور تنظیم اسلامی کے علاوہ باقی سب جماعتوں کے پاس اسلحہ اور تربیت یافتہ افراد موجود ہیں' جو مشتعل ہو کر رد عمل میں بغاوت کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔

"براؤن ترمیم" کے جال سے موجودہ حکومت کا امریکہ کے ساتھ خفیہ سمجھوتہ سامنے آتا ہے' جس کا بڑا ہدف اسرائیل کو تسلیم کرانا اور خود مختار کشمیر کی راہ ہموار کرنا ہے۔ پاکستان کسی بھی قیمت پر اسرائیل کو تسلیم نہ کرے اور چین اور ہندوستان سے اپنے تجارتی تعلقات بہتر بنائے۔

اقوام متحدہ کے ذریعے کشمیر کے حل کی امید سب سے بڑی حماقت ہے۔ بھارت اور پاکستان دونوں باہمی مذاکرات کے ذریعے کشمیر کا حل نکالیں۔ میری تجویز ہے کہ وادی کشمیر پر پاکستان اور بھارت دونوں کا مشترکہ کنٹرول ہو جبکہ باقی زیر قبضہ علاقہ دونوں ممالک اپنے اپنے پاس رکھیں۔ ورنہ امریکی بندر کشمیر کو کھا جائے گا اور پاکستان اور

بھارت نامی بلیاں دیکھتی رہ جائیں گی۔

حکیم سرو سہارن پوری (تحریک اسلامی)

پہلے روز شام کے اجلاس کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز رات ساڑھے آٹھ بجے ہوا تو تحریک اسلامی کے رہنما حکیم سرو سہارنپوری کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے "نظام خلافت کا احیاء اور اس کا وجود" کو اپنے خطاب کا موضوع بنایا۔ ان کا کہنا تھا کہ میں نے جہاں تک قرآن کریم کا مطالعہ کیا ہے' بزرگوں سے سنا ہے اور اس قافلے میں شمولیت کی ہے جس نے کشتیاں جلا کر اس منزل کا تعین کیا تھا' تو یہی معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنی اس زمین پر نسل انسانی کو بسانے کا منصوبہ بنایا تھا اور اس کا تذکرہ فرشتوں کی محفل میں کر دیا تھا کہ میں زمین پر انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیج رہا ہوں' کوئی نئی مخلوق یا جنس نہیں بنا رہا۔ میرا خلیفہ میری مرضی کے مطابق چلے گا۔ یہاں کی کوئی شے اللہ کی مرضی کے بغیر جنبش بھی نہیں کر سکتی۔ دس ہزار برس کی انسانی زندگی ہمارے علم میں ہے' اس دوران کہیں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ چند لمحوں کے لئے ہی سورج نے اپنا راستہ بدل لیا ہو یا روشنی نہ دی ہو' چاند نے اپنی رفتار کم کر لی یا تبدیل کر لی ہو۔ کسی چرندے نے گھاس کھانے سے انکار کر دیا ہو یا کسی درندے نے گوشت نہ کھانے کا اقرار کر لیا ہو۔ اس سارے نظام میں ایک لمحے کے لئے بھی تبدیلی نہیں آئی کیونکہ یہ سب اللہ کے نظام جبر میں جکڑے ہوئے ہیں۔

تین ہدایات : اس سارے نظام جبر میں اللہ نے انسان کو ایسی مخلوق بنا کر زمین پر بھیجا جو یہاں اس کی نیابت کرے' اس کا خلیفہ بنے۔ اس کو زمین پر بھیجنے اور نیابت عطا کرتے وقت تین باتوں کا خیال رکھنے کی ہدایات کر دی۔ ایک یہ کہ جس کا نائب بن کر آ رہا ہے اس کی سند سلطانی کے مطابق کام کرے۔ دوسرے یہ کہ اسے جو کام سونپا گیا ہے اس کا دائرہ کار کیا ہے؟ اپنی حدود اور دائرہ کار کے اندر رہ کر کام سرانجام دے۔ تیسرے یہ ذہن میں رکھے کہ میں جو کام کرنے آیا ہوں' وہ کر کے واپس خدا کے پاس جانا ہے اور اپنے کام کا حساب اللہ کو دینا ہے۔ ہر نائب کے لئے یہ تین باتیں' تین ہدایات ضروری ہیں۔

ہمارا تصور یہ نہیں کہ انسان کو جنت سے نکالا گیا۔ نہیں' بلکہ اسے جنت میں رکھا ہی زمین پر بھیجنے کے لئے تھا۔ زمین پر چلتے وقت خدا نے اپنے نائب کو ایک ضمانت نامہ دیا کہ تم سب یہاں سے زمین پر جاؤ اور میری طرف سے جو ہدایات آئیں' ان کے مطابق عمل کرو۔ جو میری ہدایت پر عمل کرے گا اسے سب کچھ ملے گا' دوبارہ جنت بھی ملے گی' راحت بھی' حوریں بھی اور وہ سب کچھ جو وہ چاہے گا۔ لیکن جو میری ہدایت پر کان نہیں دھرے گا اور اس پر عمل نہیں کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس ضمانت کے ساتھ چلے اور اللہ نے کہا کہ دیکھو ہم جو اشیاء اور مخلوق پیدا کرتے ہیں۔ وہ اپنی شریعت ساتھ لاتی ہیں' لیکن تمہاری شریعت خارجی ہے' یعنی نبوت و وحی کے ذریعے ہدایت۔ یہ سلسلہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا نے جس کو آزاد اور اپنی مرضی سے پیدا کیا' اس کی رہنمائی کے لئے ضابطہ کار بنایا' لیکن اس ضابطہ کار کو جبراً ماننے کا ذکر نہیں کیا۔ آزادانہ اور رضاکارانہ اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں گم کر دینے کا موقع فراہم کیا۔

وہ قافلہ جنت سے زمین پر آ گیا اور اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضور ﷺ تک ان کی ہدایت کے لئے نبی اور پیغمبر بھیجے جو ان کی رہنمائی کرتے رہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہدایت ہے ہماری طرف سے ہر قوم کے لئے' اللہ کا پیغام ہر ہے ہر امت کے لئے اور کتاب ہدایت ہے سب کے لئے۔ یہ سب اس لئے کہ تمہیں اللہ کے مقرر

کردہ ضابطے کے مطابق چلنا ہے۔

ہر آنے والا پیغمبر دو باتیں کہتا آ رہا ہے کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے آ چکا ہے اور میں اس کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آنے والا ہے۔ اس پورے سلسلہ ہدایت میں کوئی ایسا نہیں جو کہے کہ میرے بعد کوئی نہیں آئے گا، میں آخری ہوں۔ آخر کار ایک نبی آیا اور کہا کہ میں جانے کے لئے نہیں، میں خاتم ہوں میرے بعد کوئی نہیں آئے گا اور یہ خلافت کا آغاز تھا۔

خلافت بطور میراث آدم : جس طرح ابن آدم کی میراث علم اور نبوت ہے، اسی طرح خلافت بھی ہے۔ اب وہ آئے جنہوں نے کہا کہ میرے بعد کوئی نہیں آئے گا۔ میں ایک مکمل نظام لایا ہوں اور اس کے ذریعے اب مرحلہ صرف تشکیل و تنظیم کا رہ گیا ہے۔ اب تم وہ بہترین امت ہو جسے اس کام کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضور ﷺ نے دریافت کیا تھا کہ لوگو! کیا میں نے تم تک اللہ کی ہدایت، اس کی کتاب پوری کی پوری پہنچادی؟ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ نے تصدیق کی تھی کہ ہاں! آپ نے اللہ کی ہدایت اور کتاب ہم تک مکمل پہنچادی ہے۔ جس طرح حضور ﷺ نے اللہ کی کتاب پہنچادی، اسی طرح خلافت کی صورت میں اسلامی ریاست کی تکمیل کے امکانات بھی پہنچادیئے کہ ہم قرآن کریم کے مطابق چلیں گے اور حضور ﷺ کے طریقہ و عمل سے رہنمائی لیں گے۔

اسلام لین دین کا دین نہیں : اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ لوگ راغب نہیں ہو رہے ہیں۔ لہٰذا نظام خلافت کے نفاذ کے لئے کچھ لو کچھ دو کو بنیاد بنانا چاہئے کہ کچھ اپنی بات منوالیں اور کچھ ان کی مان لیں۔ اگر اسلام یہی ہوتا تو حضور ﷺ ان وفود کو مایوس نہ لوٹاتے جو ان کو پیش کش کرنے آئے تھے کہ سرداری لے لو، دولت یا عورت چاہئے تو وہ بھی لے لو لیکن اسلام کی تبلیغ نہ کرو، اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور ایک ہاتھ پر چاند بھی رکھ دو تو بھی میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔ میرا دین غالب آئے، مجھے اس سے زیادہ اور کچھ مطلوب نہیں۔ کچھ ان کا مان لینے اور کچھ اپنا منا لینے کا معاملہ تو بہت آسان تھا۔ کسی کو گزند پہنچے بغیر مسئلہ حل ہو جاتا اور فوائد بھی مل جاتے، لیکن اختیار اور اقتدار جو دیتا ہے مرضی بھی اسی کی چلتی ہے۔ ہمارے پاکستان میں یہی تو ہو رہا ہے۔ جو طاقتیں حکمرانوں کو اقتدار اور قوت دیتی ہیں، ان کی مرضی سے سب کچھ ہوتا ہے۔ چہرے جانے پہچانے ہوتے ہیں لیکن پیچھے کچھ اور ہوتا ہے، ان کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

مسیلمہ کذاب نے حضور ﷺ سے کہا کہ میرے پاس بہت افرادی قوت ہے۔ میں آپ کا ساتھ دوں تو آپ کا اسلام بہت جلد پھیل جائے گا۔ بس اتنا کیجئے کہ اپنے بعد مجھے اپنا نائب بنا جائیے کہ آپ کے بعد میں نبی ہوں گا۔ حضورؐ نے زمین سے کھجور کی خشک ٹہنی اٹھائی اور اسے کہنے لگے کہ اگر تم اسلام قبول کرنے کے بدلے یہ خشک ٹہنی مجھ سے طلب کرو تو بھی مجھے قبول نہیں۔ اس مثال سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس طرح کا لین دین اسلامی معاملات میں نہیں چل سکتا۔ اس کی فکر نہ کریں کہ ہم مٹھی بھر لوگ نظام خلافت کیوں کر نافذ کر سکتے ہیں؟ اصل کام تو جذبہ دکھاتا ہے۔ جذبے کے ساتھ اٹھیں اور جو کہے کہ اللہ کا کہا مانوں گا اور جو آپ کہیں گے اسے قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر مانوں گا، اور آپ کا ساتھ دوں گا، وہی آپ کی اصل طاقت ہے، نظام خلافت کو ایسے ہی مخلص لوگوں کی ضرورت ہے۔ نظام خلافت ایک طبعی نظام ہے، ایک بیج ہے جو دل کی فضا میں بویا جاتا، اخلاص کے پانی سے سینچا جاتا اور خوف خدا کے سائے میں پرورش پاتا ہے۔ نظام خلافت کو رائج کرنے کا سب سے مختصر اور چھوٹا راستہ صراط مستقیم ہی ہے، اتنا مختصر کہ اخلاص کی فضا میں دل کی یک سوئی کے ساتھ ۳۱۳ آدمیوں نے حضورؐ

کے ساتھ ہجرت کر کے اسے مانا تو دوسرے سال ان کی تعداد ۳۱۳ تک پہنچ گئی' تیسرے سال یہ ساڑھے سات سو تھے' ایک سال بعد تین ہزار' دو سال بعد دس ہزار' پھر غزوۂ تبوک کے موقع پر یہ چھتیس ہزار تھے اور حجتہ الوداع کا موقع آیا تو یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو چکی تھی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نظام آگیا تو کیا فائدہ ہو گا؟ یہ ہو گا کہ یہ نظام مجھے اور آپ کو تحفظ دے گا۔ دنیا میں جتنے نظام آئے' انہوں نے اپنے بنانے والوں کا تحفظ کیا ہے۔ نظام خلافت عوام کا تحفظ کرتا ہے۔ اگر عوام کا جم غفیر تو ہے لیکن ان کے پاس حقوق نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

اس نظام خلافت یا اللہ کی نیابت کو باحسن نبھانے کے لئے ہم پر بحیثیت حضورؐ کے امتی کے فرض ہے کہ اللہ کے دین کو آگے بڑھائیں۔ اس نظام کو اس طرح روبہ عمل لائیں کہ اس کے ثمرات نظر آئیں۔ نظر آئے کہ ہمارے مسائل کا حل صرف اسلام ہی میں ہے۔ اس کے لئے آپ کو کاروبار چھوڑنے پڑیں گے' راتوں کی نیندیں حرام کرنی پڑیں گی اور سب فرائض تن من دھن سے انجام دینے ہوں گے۔

محمد اسرار حیدر خان : تنظیم اسلامی (نیویارک)

امریکہ سے بغرض طلب علم تنظیم اسلامی کے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس میں شامل ہونے والے محمد اسرار حیدر خاں نے امریکہ کے حوالے سے خلافت کے تعلق پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہودیت کا سیلاب تیزی سے مشرق کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اسے روکنا بہت ضروری ہے۔ آج امریکہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے ہیں۔ جو مسلمان وہاں رہ رہے ہیں وہ وہاں یہودیت کا مقابلہ کر رہے ہیں' یہاں آپ یہودیت کا مقابلہ کریں۔ اس کے لئے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میں نے دو سال پہلے تہیہ کر کے تن من دھن سے اللہ کے دین کے لئے اپنی خدمات اور کوششیں وقف کر دیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی اس پر قائم رہوں گا۔ آپ بھی خدا کے لئے اٹھئے' جاگئے اور اللہ کی تعلیمات اور نظام کو حاصل کرنے کے لئے اپنی کوششیں صرف کیجئے۔ اب صرف تقریروں یا بیانات سے کام نہیں چلے گا' دل سے اٹھئے اور اقرار کیجئے کہ اے اللہ میں تیری راہ میں سب کچھ نچھاور کر دوں گا۔

نصیر الدین محمود : تنظیم اسلامی (شکاگو)

تنظیم اسلامی شکاگو کے امیر سید نصیر الدین محمود نے اپنے خطاب میں اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ یہاں جو کام اسلام کے لئے ہو رہا ہے' وہ اخلاص سے ہو رہا ہے۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ یہاں کے لوگوں کو مزید قوت اور ہمت عطا کرے اور یہ اللہ کے دین کے لئے مزید بہتر کام کریں۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ امریکہ اور یہاں کے حالات یکساں ہیں' صرف degrees کا فرق ہے۔ جیسے مسلمان گروپس اور ڈویژنز یہاں ہیں' ویسے وہاں بھی ہیں۔ کام کرنے کے یکساں مواقع ہیں۔ البتہ مسائل میں کچھ اختلاف ہے۔

وہاں غیر مسلموں کی کثیر تعداد آباد ہے جو زیادہ تر ناواقف اور لاعلم ہے کیونکہ انہیں میڈیا کے ذریعے exploit کیا جاتا ہے۔ وہ حقیقت حال تک نہیں پہنچ سکتے' نہیں جان سکتے کہ اسلام کا پیغام حقیقی کیا ہے۔ یہ وہاں کے عوام کا انفرادی مسئلہ ہے۔

اجتماعی مسائل میں سے تین بنیادی ہیں۔ اول معاشی معاملات ہیں۔ جبراً اور حکمت عملی سے کھینچے جانے

والے وسائل کی وجہ سے معاشی حالات اچھے ہیں۔ دوسرا مسئلہ معاشرتی ہے۔ خاندان کا نظام بکھر گیا ہے۔ اولاد کو ماں باپ سے اور والدین کو بچوں سے کوئی علاقہ نہیں۔ آپ یہاں اپنے گھر کھلے چھوڑ کر سو سکتے ہیں کہ ابھی کچھ معاشرتی اقدار ہمارے ہاں باقی ہیں۔ وہاں اس طرح کی اقدار بھی ختم ہو گئی ہیں۔ تیسرا اختلاف سیاسی ہے۔ سیاسی نظام چونکہ مغرب سے ہی ہمارے ہاں آئے ہیں لہٰذا ان کی خاصیتیں جیسے جھوٹ، دھوکہ، فریب، کرپشن، بے ایمانی بھی وہیں سے یہاں آئیں۔ یوں وہاں اور یہاں کے حالات تقریباً یکساں ہی ہیں، ان میں کوئی بڑا فرق نہیں۔

اب آیئے خلافت کی طرف۔ بعض لوگ نظامِ خلافت کے نفاذ کے معاملے میں مایوس ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ نظامِ خلافت کے نفاذ کے لئے کوشش کرنے والے افراد نہیں ملتے۔ یہ دل ہارنے والی اور کم حوصلے کی باتیں ہیں اور صرف باتیں ہی ہیں۔ کوشش کرنے سے سب کچھ مل سکتا ہے۔ میں اس بات کی وضاحت ایک مثال سے کرتا ہوں۔ ایک کمپنی نے دو سیلزمین افریقہ بھیجے کہ وہاں جا کر تحقیق کریں کہ جوتوں کی کتنی بڑی منڈی ہے۔ ان میں سے ایک نے واپس آ کر کہا کہ مایوسی ہوئی ہے، وہ جنگلی قوم تو جوتے پہنتی ہی نہیں۔ اس کے برعکس دوسرا سیلزمین خوشی خوشی واپس آیا اور رپورٹ دی کہ اتنی بڑی مارکیٹ ہے کہ کسی کے پاس جوتے ہیں ہی نہیں۔ یہی فرق ہے امید اور یاس میں۔ اسی طرح مشکلیں ہوں گی تو ہم میں کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو گا۔

اس کے لئے ہمیں لوگوں کو تیار کرنا ہو گا۔ انہیں بتانا ہو گا کہ خلافت آنے سے ان سب کا فائدہ ہو گا، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ دعوت کا یہ کام ہمیں اپنی ذمہ داری سمجھ کر کرنا چاہئے۔ اس کا طریقہ ہے کامل اسوۂ محمدیؐ اپنانا اور جو کہیں اسے عملی جامہ پہنانا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کر کے آپ قربانی دیں گے۔ نہیں، قربانی کیسی؟ یہ کام آپ اپنے لئے کریں گے۔ یہ تو آپ کی سرمایہ کاری ہے۔

یہ کام انفرادی طور پر سرانجام دینا ممکن نہیں۔ اس کے لئے ہمیں چاہئے کہ اجتماعی کوشش کریں۔ اللہ ہم سب کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید : لندن۔ ترکی نژاد

لندن سے ترکی نژاد عالم ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید نے انگریزی میں خطاب کیا جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے جو ان کے خطاب کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد نے بیان کیا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید نے کہا کہ

خلافتِ عثمانی اور سیکولرز ترکی کا موازنہ : میں اس خطاب کے ذریعے پاکستانی بھائیوں کو ترکی بھائی بہنوں کے خیالات پہنچانا چاہتا ہوں۔ خلافتِ عثمانی اور موجودہ سیکولر ترکی کا موازنہ کرتا ہوں تو مجھے ایک واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ سلطان اعظم کا زمانہ ہے۔ انہیں اطلاع ملتی ہے کہ فرانس میں کہیں ننگے ناچ ہو رہے ہیں۔ صرف اسی ایک اطلاع پر اور علماء کے کہنے پر سلطان، فرانس کے صدر کو الٹی میٹم دیتے ہیں کہ تم نے ننگے ناچ فوراً بند نہ کرائے تو ترکی کی افواج فرانس پر حملہ کر دیں گی۔ حالانکہ فرانس بہت دور تھا اور وہاں تک ترکی کی فوجیں جلد پہنچ بھی نہیں سکتی تھیں، لیکن فرانس کے صدر کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ ترکی کی افواج فرانس پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑی ہیں، اس نے فوراً وہ ناچ بند کرا دیئے۔ کیسی عظمت اور شان تھی، کیسا رعب دبدبہ اور وقار تھا۔ اور آج یہ حالت ہے کہ انتہائی عاجزانہ درخواستوں کے باوجود ترکی کو یورپین کامن مارکیٹ میں شمولیت کی اجازت نہیں مل رہی۔ بار بار ٹھوکریں ماری جا رہی ہیں۔ ایک وہ عظمت، وقار اور دبدبہ تھا اور ایک یہ ذلت و ناگواری ہے۔ آج خلافت کی قبا کو چاک کرنے کی بناء پر ترکی کسر قعر ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکا ہے۔ بہرحال اس خلافت کا احیاء ضروری

ہے۔ یہاں بھی، ترکی میں بھی، اور ساری دنیا میں بھی۔

مولانا خورشید احمد گنگوہی

اب خطاب کی باری مولانا خورشید احمد گنگوہی کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی ذات پر نبوت کا دروازہ بند ہوا اور خلافت کا دروازہ کھلا۔

خلافت کی اہمیت : خلافت کی اہمیت حضورؐ کے اس ارشاد سے واضح ہوگی کہ اے مسلمانو! تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ ایک شب، ایک رات بھی خلیفہ المسلمین کے بغیر بسر کرو۔ اس ارشاد پر یہ خیال آتا ہے کہ حضورؐ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اے لوگو! اپنے عزیز و اقارب کی تجہیز و تدفین میں جلدی کرنا، لیکن آقائے نامدار، حضور اکرم ﷺ کے جسد خاکی کی تین دن اور دو راتیں تدفین عمل میں نہ آسکی۔ آخر اس تاخیر کی باعث کیا تھی؟ کتابوں میں دیکھا، علماء سے دریافت کیا تو ایک ہی جواب ملا کہ اس دوران امت کے لوگ نصب خلافت کے مسئلے پر غور کر رہے تھے۔ جب اجماع ہو گیا تو حضورؐ کی میت کی تدفین عمل میں آئی۔ اس کے بعد یہ فیصلہ ہو گیا کہ امت تین دن سے زائد خلیفہ المسلمین کے بغیر بسر نہیں کرے گی۔ یہی امت کے اجماع کا مقام ہے اور شرعی دلیل کا مرتبہ۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کو کاری ضرب لگی۔ آپ کو احساس ہوا کہ میں زندہ نہیں رہوں گا تو مجلس شوریٰ بلائی اور اس کے سپرد کیا کہ تین دن کے اندر آئندہ خلیفہ مقرر کریں۔ شوریٰ نے خلیفہ منتخب کر لیا اور کہیں خفیف سی روایت بھی نہیں ملتی کہ مجلس شوریٰ میں ذرا بھی اختلاف سامنے آیا ہو۔ کامل اتفاق رائے سے فیصلہ ہوا اور جب یہ مسئلہ شرعی دلیل کے طور پر آگیا تو نماز، روزے اور زکوٰۃ کی طرح نظام خلافت برپا کرنا امت پر واجب اور فرض ہو گیا۔ اس فرضیت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب تحریکیں چلتی ہیں۔ اندازہ کریں کہ نظام خلافت راشدہ ٹوٹ گیا تو اس کو بحال کرنے کے لئے امت کی تحریکوں نے دم نہیں توڑا اور وہ پہلے سے زیادہ سرگرم ہو گئیں، پورے جوش و جذبے کے ساتھ۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت (سنہ ۱۰ ھ) سے لے کر خلیفہ مستنصرباللہ (۶۵۶ھ) کی کمزور سی خلافت تک ہمیں خلافت میں کوئی خلا نظر نہیں آتا۔ ہاں صرف ایک خلا ہے اور وہ بھی صرف تین ماہ اور بعض روایتوں میں دو ماہ سات روز تک، جب کمزور سے خلیفہ مسترشد باللہ کو سلطان مسعود سلجوقی نے جیل میں ڈال دیا۔ ذرا اس کا ردعمل دیکھئے کیا ہوا کہ پورا بغداد زیر و زبر ہو گیا۔ نماز باجماعت بند ہو گئی مسجدوں کی محرابوں کو توڑ دیا گیا، باپردہ عورتیں ننگے سر بازاروں میں آگئیں اور بین کرنے لگیں۔ سب کی ایک ہی مانگ تھی کہ ہمارے خلیفہ، خلیفہ المسلمین کو رہا کر کے خلافت اسے دو۔

دوسرا بڑا خلا خلیفہ مستنصرباللہ کی شہادت کے بعد آتا ہے، ساڑھے تین سو سال کا۔ اس دور کے مشہور مفسر علامہ ابن کثیر چاند دیکھ کر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں اور کئی سالوں تک لکھتے ہیں کہ اس سال کا چاند بھی آگیا لیکن خلیفہ المسلمین نہیں آیا۔ یہ اہمیت تھی مسلمانوں کے نزدیک خلافت کی۔

نظام خلافت کی برتر حیثیت : حال ہی میں روس میں کمیونزم کو شکست ہوئی ہے اور اس کا پورا فلسفہ اپنے تار و پود کے ساتھ بکھر گیا ہے۔ میں تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ آج اس نظام اور فلسفے کو بچانے کے لیے کمیونزم کی کوئی تحریک موجود نہیں بلکہ کمیونسٹ ممالک اپنے آپ کو مغربی تہذیب کے ساتھ نتھی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ کمیونزم ناکام ہو چکا ہے لیکن خلافت کے ساتھ

ایسا کوئی المیہ نہیں۔ غور کیجئے کہ مستنصر باللہ کے ساڑھے تین سو سال بعد خلافت آتی ہے اور ۱۹۲۰ء تک قائم رہتی ہے۔ پھر جب ہم اپنے خلفاء میں سے کسی ایک ادنیٰ سے خلیفہ کو اٹھا کر کسی غیر مسلم حکمران کے سامنے رکھتے ہیں تو وہ بھی ہمیں برتر نظر آتا ہے۔ کس وجہ سے؟ خلافت کی وجہ سے۔ ولید بن عبد الملک ایک چھوٹا سے خلیفہ ہے۔ وہ اپنے دور حکومت میں کہتا ہے کہ مسلمانو! میں اگرچہ خلفائے راشدین سے کمزور خلیفہ ہوں لیکن میں دنیا کی تمام قوموں کو چیلنج کرتا ہوں کہ آؤ! آکر میرا نظام خلافت دیکھو۔ دیکھو کہ میں نے ایک نصرانی اور عیسائی تک کا روزینہ مقرر کیا ہے' اس نابینا شخص کو دیکھو جس کے لئے میں نے بیت المال سے اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ ہارون الرشید ہمارا آئیڈیل خلیفہ نہیں' لیکن وہ بھی اپنے زمانہ خلافت میں قحط سالی کے دوران اڑتے ہوئے بادل کو دیکھ کر کہتا ہے کہ اے بادل! تو میری حدود خلافت میں تو نہیں برسا لیکن میں نے بھی ایسا نظام بنا دیا ہے کہ تو جہاں بھی برسے گا' غیر مسلم پہلے ہمیں خراج دیں گے پھر لقمہ منہ میں ڈالیں گے۔

خلافت کی تحریک : مسلمانوں کے لئے خلافت کی اہمیت کا تصور کیجئے کہ خلافت تو ختم ہوتی ہے ترکی میں اور تحریک چلتی ہے ہندوستان میں۔ مولانا محمود حسن کو تحریک خلافت میں سرگرم حصہ لینے پر شیخ الہند کا لقب ملتا ہے۔ مولانا ظفر علی خاں کا "زمیندار" مولانا آزاد کا "الہلال" مولانا شبلی نعمانی' اکبر الٰہ آبادی' علامہ اقبال' علی برادران سب خلافت کو بچانے کے لئے ہندوستان کو آتش فشاں بنا دیتے ہیں۔ یہ عقیدت' شریعت اور دین کا مسئلہ ہے' اس لئے یہ نہ سمجھئے کہ تحریک خلافت تو ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۴ء تک چلی' اب موجود نہیں ہے۔ نہیں! یہ تحریک ابھی ختم نہیں ہوئی' آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ امت کے اندر خلافت کے لئے بیدار رہنا' خلافت کے نام پر آپ مہمانوں کا دور دراز سے یہاں آنا' خلافت کے لئے پوری دنیا میں تنظیموں کا موجود ہونا' اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امت بیدار ہے اور خلافت کی تحریک بھی بیدار ہے' زندہ ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تحریک اپنے مقصد میں کامیاب کیوں نہیں ہوتی؟ اس لئے کہ ہم نے کچھ کیا ہی نہیں۔ اس مقصد کے لئے احیاء تصور امت بہت ضروری ہے۔ ہمیں فرقہ واریت کو ختم کرنا ہو گا' جغرافیائی' سیاسی' عصبیتی' مذہبی اختلافات ختم کرنے ہوں گے اور مل کر کوشش کرنی ہو گی' ورنہ ہم کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ دیکھئے! یورپ گروہ بندی سے نکل کر متحد ہو رہا ہے اور ترقی کر رہا ہے۔ وہ کرنسی' صنعت' معیشت اور دیگر نظاموں میں اتحاد کر رہے ہیں اور ہم' جو اخوت اور عالمی ہدایات کے امین تھے' اپنی اقدار چھوڑ کر نیچے آ رہے ہیں۔ چنانچہ نہایت ضروری ہے کہ احیاء خلافت کے ساتھ احیاء امت بھی ہو۔

نظام خلافت کیسے اور کیونکر؟ : نظام خلافت کیسے برپا یا قائم کیا جائے؟ تو میں کھل کر کہتا ہوں کہ اس کا ایک ہی طریقہ ہے' اسلام کا طریقہ۔ ہماری خانقاہیں' دار العلوم' مساجد' مدارس' جامعات دعوتی اور تبلیغی تحریکیں ہیں۔ ہمیں ان کی افادیت سے انکار نہیں لیکن ان سب نے ہمیں ریاست نہیں دی جس پر ہم خلافت کا نظام نافذ کر سکیں۔ آؤ! مل کر ہمیں ریاست لے دو' باقی کام ہم خود کر لیں گے۔

نظام خلافت کیوں ضروری ہے؟ اگر اسلامی ریاست آ جائے اور خلافت قائم ہو جائے تو خیر ایک مرتبہ پھر شر پر غالب آ سکتا ہے۔ اس ملک میں جمہوری نظام رائج ہے اور اس نظام کے عناصر جھوٹ' مصلحت پسندی' دھوکہ دہی اور ناخواندگی ہیں۔ یہ امراء کا قلم ہے جو پچھلے پچاس سال سے چلتا آ رہا ہے۔ ہمارے کچھ دوست اس کے ذریعے انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ بھائی اپنے سیاسی موقف پر غور و فکر کرو۔ مسئلہ خلافت ہمارے ایمان اور عقیدے کا مسئلہ ہے' سیاسی نہیں۔ اور ہمارے مسائل کا حل نظام خلافت ہی ہے' کوئی سیاسی نظام نہیں' اور یہی حقیقت ہے'

مولانا گوہر رحمٰن : (جماعت اسلامی۔ سرحد)

جماعت اسلامی (سرحد) کے اہم راہنما مولانا گوہر رحمٰن نے اپنے خطاب میں کہا کہ خلافت کے سلسلے میں تین باتیں نہایت اہم ہیں :

تین اہم باتیں : اول یہ کہ خلافت جس امت کے لئے ہے' اس کی تشکیل کن بنیادوں پر ہوئی؟ امت مسلمہ ایک عالمی نظریاتی اسلامی جماعت ہے۔ میری سمجھ کے مطابق اس کی بنیاد جس نظریئے پر ہوئی اس کے تین بنیادی ارکان ہیں۔ توحید' رسالت اور آخرت۔ توحید کا مفہوم تو یہ ہے کہ ساری کائنات کا خالق و مالک' حاکم اور بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے' کوئی اور نہیں اور اس کا کوئی شریک بھی نہیں ہے۔ رسالت کے عقیدے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے مستند اور معصوم نمائندے انبیاء اور رسل ہی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا رہبری اور رہنمائی کا مقام رسالت کا ہے۔ چنانچہ اس عالمی نظریاتی اسلامی جماعت کی فکری قیادت قرآن و سنت کے پاس ہے۔ آخرت کا مطلب ہے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ ہم خلافت کا نظام اس لئے قائم کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اس سے دنیا کی فلاح و کامیابی تو ہے ہی' آخرت کی فلاح و کامیابی زیادہ تر پیش نظر ہے۔ اصل زندگی تو موت کے بعد شروع ہوتی ہے۔ دین اسلام کے ان تین بنیادی عقائد کو تسلیم کرنے سے یہ امت بنی ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس امت کی خلافت کا مفہوم کیا ہے؟ تو ظاہر ہے مفہوم سمجھنے کے لئے ماخذ قرآن و سنت موجود ہے لیکن ہماری آسانی کے لئے علماء نے خلاصے بھی بیان کئے ہیں۔ ان میں علامہ تفتازانی تحریر کرتے ہیں کہ یہ مفہوم تین مقاصد پر ہے جن کا خلاصہ ہے قیادت' حکومت' خلافت' امامت۔ یہ ایک عمومی ریاست ہے۔ دنیا کے کاموں کی اصلاح اور دین کے معاملات کے لئے "خلافت علیٰ منہاج النبیؐ" کی ضرورت ہے یعنی وہ حکومت جو حضورؐ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلائی جائے۔

خلافت کے اصول : تیسری بات! جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں اسلامی نظام حکومت یا خلافت اسلامیہ کے چار اصول ہیں جو ناقابل تغیر و تبدل ہیں۔ پہلے یہ کہ خلافت میں حاکمیت اللہ کی ہوگی' عوام کی نہیں۔ لہٰذا پاپائیت بھی خلافت نہیں' مذہبی پیشوا کو بھی حاکم ہی سمجھنا چاہئے کیوں کہ یہاں فوقیت مذہبی رہنما کو حاصل ہے۔ اگر ہم اسلامی خلافت کے احیاء کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب مولوی کی حکومت کی بات کرنا نہیں' اللہ کی بادشاہت اور حاکمیت کو قائم کرنے کی بات کرنا ہے۔ مولوی یا مرشد کی بھی ضرورت ہے' رہنمائی کے لئے۔ اسی طرح ہم مغربی جمہوریت (Secular Democracy) کی بات بھی نہیں کرتے۔ روسو نے بادشاہ کے خلاف "معاہدۂ عمرانی" لکھا لیکن وہ خدا کو نہ سمجھ سکا لہٰذا اس نے ایک بادشاہ کے بجائے تمام حقوق عوام کو دے دیئے۔ عوام تو بندے ہوتے ہیں' خدا تو نہیں بن سکتے۔ دوسرا نظام اشتراکیت یا کمیونزم (Communism) ہے اور تیسرا بادشاہت ہے۔ ابن خلدون اپنے مشہور مقدمے میں لکھتا ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ بادشاہت وہ نظام حکومت ہے جس میں عوام کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کی منشاء پوری کریں۔ دوسرا اصول یہ کہ سپریم لاء' برتر ہی نہیں بہترین قانون قرآن و سنت ہے۔ اگر نظام خلافت آیا تو یہاں آزاد اور ماہرین پر مشتمل عدلیہ ہوگی۔ ہر مسئلہ عدلیہ کے پاس آئے گا۔

یہ دلائل واضح طور پر ایمان کے تقاضے کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسے واضح یا ذہن نشین کرانے کے لئے حضرت

ابو بکرؓ نے مسجد میں تقریر فرمائی تھی جو پہلی سیاسی تقریر ہے۔ آپؓ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ برتری اور بالادستی میرے فیصلے کو حاصل نہیں' اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے کو حاصل ہو گی۔ حالانکہ انبیاء کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا رتبہ سب سے اعلیٰ تھا' اس کے باوجود اللہ کا فیصلہ اعلیٰ اور برتر تھا۔

تیسرا اصول شورائیت ہے۔ بالاتر قانون خدا کا ہے' لیکن وہ خود تو نافذ نہیں ہو جائے گا۔ اس کے نفاذ کے لئے انتظامیہ ہو گی' شوریٰ ہو گی جو مشورے دے گی۔ مسلمانوں کی خلافت' مسلمانوں کی معتمد ہونی چاہئے۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق کا قول صحیح بخاری میں نقل ہوا ہے کہ جس کی امامت مشورے کے بغیر قائم ہو گئی ہو' اس کی بیعت مت کرو۔ چنانچہ حکومت بننا اور ٹوٹنا بھی مشورے سے ہو گا۔ اس نظام کو چلانے والی انتظامیہ معتمد ہے۔ چوتھا اصول منصف اور آزاد عدلیہ ہے۔ امیر و مامور کے اختلافات ہوں یا عوام کے مسائل۔ یہ ادارہ غیر جانبدار رہ کر فیصلے کرتا ہے' قرآن و سنت کی بالادستی کے مطابق۔

یہ تو تھے خلافت کے اصول۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ نظام کیسے آئے گا؟ اس کے کئی پہلو ہیں۔ میں مختصر بات کروں گا کہ یہ نظام کیسے آئے گا اور کب آئے گا۔ اس کا مختصر جواب مولانا مودودیؒ کی کتاب "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہو گی؟" اور دوسری جگہوں پر بھی ملتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب مسلمانوں میں اسلامی نظام کے لئے پیاس اور تڑپ پیدا ہو گی تو یہ نظام آئے گا۔ یہ پیاس اور تڑپ پیدا کرنے کا طریقہ دعوت ہے۔

اب دوسرے مسئلے کی طرف آتے ہیں۔ میرے مطالعے کا حاصل بھی یہی ہے اور ڈاکٹر اسرار احمد بھی مجھ سے متفق ہوں گے کہ مسلم معاشرہ اگرچہ بگڑا ہوا ہی کیوں نہ ہو' مسلح انقلاب اور مسلح تصادم مضر ہی ہوتا ہے اور شریعت بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اس سے فائدے کے بجائے نقصان ہو سکتا ہے۔ ایک طرف اللہ کا یہ فضل ہے کہ اس نظام کے لئے کوششیں کرنے والے کم نہیں' دوسرے پاکستان کا آئین بنیادی طور پر اسلامی ہے اگرچہ حکومت غیر اسلامی ہے۔ لوگ انتخابات سے متنفر ہو چکے ہیں لیکن میری ناقص سوچ کے مطابق اسلامی طرز سیاست میں یہ انتخابات عوام کو سمجھانے کا ذریعہ ہیں' اگرچہ مروجہ نظام میں' جس میں دینی سیاسی جماعتیں بھی شامل ہیں' یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی فوجی آئے' لہٰذا اس فوجی کو ہٹانے کے لئے دوسرا فوجی آئے گا لیکن یہ بھی پائیدار طریقہ نہیں۔ پائیدار طریقہ وہی ہے یعنی دعوت کا طریقہ۔ جتنے تناسب سے عوام کو سمجھاؤ گے' اسی تناسب سے خلافت کے قریب آتے جاؤ گے۔ پیاس اور تڑپ پیدا ہو گئی تو تشدد کے بغیر بھی نظام خلافت قائم ہو جائے گا۔

ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی پاکستان)

پہلے دن کے آخری مقرر کانفرنس کے میزبان اور تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد تھے۔ ان کے خطاب کا عنوان تھا۔

خلافت کی حقیقت ---- اس کا ماضی' حال اور مستقبل : انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ اب اگر ہمیں توفیق دے اور پاکستان میں خلافت کا نظام قائم ہو جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج اس کا دستوری و سیاسی ڈھانچہ کیا ہو گا؟ احیاء خلافت کے ضمن میں یہ نہایت اہم سوال ہے جس کا جواب بہت واضح ملنا چاہئے ورنہ جو شیلے نعرے لگیں گے اور تقریریں ہی ہوتی رہیں گی لیکن عملی کام نہ ہو سکے گا۔ لوگوں کے ذہن میں نظام خلافت سے متعلق ذہنی الجھنیں ہیں۔ سب سے ہلکی بات یہی ہے کہ یہ نظام بالکل ویسا ہی ہو گا جیسا خلافت راشدہ کے دور میں

تھا۔ حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس دور میں اور موجودہ دور میں بہت فرق ہے۔ جس طرح بہت سارا پانی پلوں کے نیچے سے بہہ چکا ہے بعینہ وہ نظام اسی حالت میں دوبارہ دنیا میں قائم نہیں رہ سکتا۔

خلافت کا مفہوم : اس تمہید کے بعد میں خلافت کے مفہوم کی طرف آتا ہوں۔ خلافت لفظ "خلف" سے نکلا ہے جس کے معنی پیچھے آنے یا نیابت کرنے کے ہیں۔ "خلیفہ" کا مفہوم قرآن کریم میں اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر تشریف لے جانے لگے تو حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنا گئے کہ آپ میری قوم میں میری خلافت کیجئے۔ واپس آئے تو دیکھا کہ لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں تو حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ پر بہت ناراض ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ انسان کا خلیفہ انسان، اس کی زندگی میں بھی ہو سکتا ہے۔

یہی رشتہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔ اللہ بندے کا ولی ہے اور بندہ اللہ کا ولی۔ یوں یہ خلافت باہمی بھی ہوئی۔ جس طرح اللہ نے بندے کو خلافت دی ہے اسی طرح بندہ بھی اللہ کو خلافت دیتا ہے۔ حضورؐ کے مطابق بندہ جب سفر پر روانہ ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! سفر میں تو میرا ساتھی ہے اور اپنے اہل و عیال کے لئے تو میرا خلیفہ ہے۔

خلافت کے مختلف پہلو : اب ہم خلافت کی ٹیکنیکل بحث کی طرف آتے ہیں۔ خدا نے انسان کو یہ استعداد بخشی کہ وہ اپنے علم کے ذریعے کائنات کے اسرار و رموز سمجھ کر اس کی تسخیر کر سکے۔ سورۂ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے (آیت ۲۰) "تم دیکھتے نہیں کہ ہم نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔" لیکن اس کا دوسرا پہلو ہدایت ہے۔ جو اللہ صرف اسے دیتا ہے جو اس کے احکامات کی پیروی کرے۔ نبوت اور وحی اسی کی ایک شکل ہے۔ علم ایک آنکھ جبکہ ہدایت دوسری آنکھ ہے۔ انسان دونوں آنکھیں کھلی رکھے تو نور علیٰ نور ہے لیکن بدقسمتی سے انسان نے تاریخ کے خاص موڑ پر ایک آنکھ بند کر لی اور ہدایت سے اپنے آپ کو محروم کر لیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ انسان کی علم کی آنکھ تو کھلی ہے لیکن ہدایت کی آنکھ بند ہے۔ یک چشمی ہونے کی وجہ سے تسخیر کائنات، دجالیت کی طرف بڑھ گئی ہے۔ موجودہ تہذیب کانی ہے، یک چشمی ہے۔ انسان نے ستاروں کی دنیا تو مسخر کر لی لیکن افکار کی دنیا کی تسخیر نہ کر سکا۔

خلافت بمعنی امانت : خلافت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں زبان، آنکھ، ناک، کان، پاؤں، ٹانگیں، ذہن وغیرہ عطا کئے ہیں یعنی ان سب میں انسان کو خلافت دی ہے۔ یہ خلافت بمعنی امانت ہے کہ اللہ کی عطا کی ہوئی چیزوں کو اس کی مرضی کے مطابق کام میں لایا جائے۔ شیطان نے اس کا توڑ یہ کیا کہ امانت کو ملکیت بنا دیا۔ جس طرح خلافت، دجالیت میں تبدیل ہوئی اسی طرح امانت، ملکیت میں تبدیل ہو گئی یعنی یہ مال و اسباب میرا ہے، میں نے اپنی محنت سے بنایا ہے۔ اسی کا دوسرا اور معروف نام سرمایہ داری (Capitalism) ہے۔

خلافت کا سیاسی تصور : خلافت کا تیسرا پہلو اس کا سیاسی تصور ہے۔ خلافت، نیابت ہے، بمقابلہ حاکمیت۔ نیابت اور حاکمیت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ حاکمیت (Sovereignty) کا نتیجہ ہوتا ہے "میرا اختیار -- میں جو چاہوں کروں۔" اس کے برعکس نیابت خدا کی امانت ہے، جو خدا کے خلیفہ کو وہی کرنا ہوتا ہے۔ حاکمیت کی بگڑی ہوئی صورت انفرادی حاکمیت ہے۔ جیسے فرعون اور نمرود کی حاکمیت تھی۔ فرعون کہتا تھا کیا دریائے نیل اور مصر کا نظام آب پاشی میرے حکم کے مطابق نہیں چل رہا۔ نمرود بھی اسی طرح کے دعوے کرتا تھا، جبکہ حضرت داؤدؑ و سلیمان مطلق العنان نہیں تھے۔ وہ اللہ کا حکم مان کر نیابت کرنے والے تھے۔ پہلا عمل عین کفر اور دوسرا عمل عین ایمان ہے۔ اسی طرح جدید جمہوریت کی تمام قسمیں Sovereignty (حاکمیت -- مطلق العنانیت) کی قسمیں ہیں۔ یہ

اجتماعی حاکمیت ہے۔ سیاسی تصور کے اعتبار سے خلافت کے نظام کو سمجھنے کے لئے ایک آسان تمثیل و تشبیہ پیش کرتا ہوں جس سے سارے نظام کی سمجھ آجائے گی۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک بر عظیم پاک و ہند میں انگریزوں کی حکومت تھی۔ اس میں ملکہ برطانیہ مطلق العنان تھی۔ دہلی میں وائسرائے ہند اس کا نمائندہ یا خلیفہ تھا جو ملکہ کے ہر حکم کو بے چون و چرا تسلیم کرنے کا پابند تھا۔ جس معاملے میں ملکہ کا حکم موجود نہ ہوتا اس میں وائسرے کو اختیار ہوتا کہ وہ اپنے فہم کے مطابق اجتہاد کرے۔ بعینہ یہی صورت خلافت کی ہے۔

خلافت کا دستوری ڈھانچہ : اب ایک اہم پہلو کی طرف آتے ہیں کہ خلافت قائم ہوتی ہے تو اس کا دستوری ڈھانچہ کیا ہوگا؟ عرض ہے کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کے ذریعے کل نوع انسانی کو خلافت بخشی۔ جب تک مسلمانوں نے اس کو نیابت جانا، ان کی خلافت قائم رہی، جب اسے حاکمیت بنا دیا تو ان سے چھن گئی۔ حاکمیت کا دعویٰ کرنے والا اللہ کا باغی ہے اور مغرب حاکمیت کا دعویدار لہٰذا اللہ کا باغی ہے۔ نتیجہ یہ کہ آئندہ خلافت صرف مسلمانوں کی ہوگی جو اللہ کے احکامات کے مطابق اسے نافذ کریں گے۔

خلافت کے ادوار : خلافت کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو تین واضح ادوار نظر آتے ہیں۔ پہلا دور نبوت کا دور ہے، جس دوران نبی کا رابطہ براہ راست خدا سے ہوتا ہے۔ چونکہ ہدایت اور وحی اسی کے پاس آرہی ہے لہٰذا وہ اپنی جگہ خلیفہ ہے۔ یہ شخصی خلافت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا ہے"۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے والد سے فرماتے ہیں کہ ابا جان! میرے پاس علم آرہا ہے جو آپ کے پاس نہیں لہٰذا آپ میری پیروی کریں، میں آپ کی راہنمائی کروں گا۔ یہ شخصی خلافت حضور ﷺ تک رہی۔ آپ کی وفات کے ساتھ ہی یہ شخصی خلافت بھی ختم ہو گئی۔ دیکھئے اور غور کیجئے! ختم نبوت، عمرانیات کے میدان میں بہت بڑا انقلاب ہے۔ کسی مفکر کی نظر اس طرف نہیں گئی، صرف اقبالؒ نے اس طرف توجہ دی ہے۔

دوسرا دور حضورؐ کی وفات کے بعد اجتماعی خلافت کا ہے۔ اسی کا نام ہے "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ"۔ اب خلیفہ کی بجائے "امیر المسلمین" کا دور آگیا اور امیر کا انتخاب اتفاق رائے سے کیا جاتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی خلیفہ کی بیعت کی، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" آئیڈیل حکومت ہے۔ اس کے پانچ اجزائے ترکیبی ہیں :

۱۔ حریت : یہ کہ انسان آزاد پیدا ہوا اور آزاد ہے۔ آزادی اس نظام کا سب سے بڑا وصف ہے۔

۲۔ آزادی تنقید یا اظہار رائے : یعنی کسی بھی ہستی پر تنقید کی آزادی، چاہے وہ کتنے ہی بڑے عہدے پر فائز کیوں نہ ہو۔ اس کی واضح مثال حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے جب آپ خلیفہ تھے۔ بیت المال سے تمام مسلمانوں کو یکساں کپڑا دیا جاتا۔ حضرت عمرؓ طویل القامت تھے اور جتنا کپڑا انہیں ملا، اس سے ان کا کرتہ نہیں بنتا تھا، چنانچہ سر منبر ایک شہری نے اس پر تنقید کر دی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے سے اس کا جواب دینے کو کہا جنہوں نے بتایا کہ دونوں کے حصے میں آنے والے کپڑے سے دونوں کا کرتہ تیار نہیں ہو رہا تھا لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ ایک سال باپ دونوں حصوں سے اپنا کرتا تیار کرلے اور دوسرے سال بیٹا۔ جب سے مغربی جمہوریت کی لعنت آئی ہے شہریوں سے یہ حق چھن گیا ہے۔

۳۔ امراء و حکام : یہ بہت اہم بات ہے۔ اسلامی تاریخ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ امراء و حکام کے محاسبہ کے لئے کوئی باقاعدہ ادارہ موجود نہیں تھا لیکن طریقہ اور اصول موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب انہوں نے اپنے خطاب میں کہا تھا کہ اے لوگو! اگر میں خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلوں تو میری

اطاعت کرنا۔ اگر میں اللہ کے حکم کی خلاف کروں تو مجھے ٹوک دینا اور ہرگز میری اطاعت نہ کرنا۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے خطاب کرتے ہوئے حاضرین سے سوال کیا کہ اگر میں سیدھے راستے پر چلوں تو کیا کرو گے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپؓ نے فرمایا اور اگر میں اللہ کے حکم کے مطابق نہ چلوں تو کیا کرو گے؟ ایک بدو کھڑا ہو گیا اور تلوار نکال کر کہا، تو پھر ہم تمہیں تلوار کی نوک سے سیدھا کریں گے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ تو نے مجھے کسی گونگی بہری قوم کا خلیفہ نہیں بنایا بلکہ میرے عوام سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۴۔ **بیت المال:** بیت المال کسی کی ملکیت نہیں عوام کی شے ہے۔ یہ امراء کی عیاشی کے لئے نہیں بنایا گیا بلکہ عام آدمی کی معاشی ضرورت پوری کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور یہی اس کا درست استعمال ہے۔

۵۔ **کامل قانون اور معاشرتی مساوات:** اس کے تحت تمام شہری برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ کسی اونچ نیچ کا وجود نہیں ہوتا۔ انصاف کا حصول آسان ہوتا ہے اور انصاف ہر شخص کو ملتا ہے۔ انصاف کے لئے خلیفہ کو بھی عدالت میں جانا پڑتا ہے۔

خلافت راشدہ کے بعد خلافت، ملوکیت میں بدل گئی۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے زمانے سے قیامت تک پانچ ادوار آئیں گے۔ دور نبوت، خلافت علیٰ منہاج النبوۃ، ظالم ملوکیت یعنی کاٹ کھانے والی حکومتیں، جبری ملوکیت کا دور اور پھر دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور۔ چنانچہ دور خلافت کے بعد دور ملوکیت کا آغاز ہو گیا۔ اچھے برے لوگ تو ہر دور میں آتے رہے ہیں لیکن مسلمان بادشاہوں کا اوسط دیگر سے بہت بہتر ہے۔ دوسری طرف ملوکیت کو شہرت پا جانے والے افراد سے خطرہ ہوتا ہے۔ مثلاً موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد کا المناک حشر اسی وجہ سے ہوا۔

خلافت سے ملوکیت کی تبدیلی بھی ایک دن میں نہیں ہوئی، تدریجاً ہوئی۔ مولانا مودودیؒ نے "خلافت و ملوکیت" لکھ کر بڑے معرکے کا کام کیا۔ ان کی یہ کتاب اس لحاظ سے بے مثال ہے کہ اس میں خلافت اور ملوکیت کا فرق صحیح صحیح، واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے، لیکن وہ اس جگہ ٹھوکر کھا گئے کہ خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کرنے کا الزام صرف امیر معاویہؓ وغیرہ پر لگایا ہے جبکہ اصل سازشی یعنی عبداللہ بن سبا یہودی کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ اس اعتبار سے اس کتاب میں تجزیہ نہایت غلط کیا گیا ہے۔

اس کے بعد کی تاریخ کے دو ادوار ہیں۔ چوتھا دور Colonial Rule (جبری ملوکیت) کا دور ہے۔ اس میں اطالوی، فرانسیسی، ولندیزی اور برطانوی ہمارے حکمران رہے۔ یہ دور بظاہر نصف صدی قبل ختم ہو گیا تھا لیکن حقیقتاً ابھی ختم نہیں ہوا۔ ذہناً، فکراً، تمدناً، تہذیباً اس دور کا اثر ابھی تک موجود ہے اور ابھی تک ان پہلوؤں سے ہم مغرب کے غلام ہیں، صرف عسکری غلامی ختم ہوئی ہے۔

پانچواں دور مستقبل کا دور ہے۔ اس میں "خلافت علیٰ منہاج النبوت" کا دور دوبارہ آئے گا اور اب خلافت محدود نہیں ہو گی، عالمی ہو گی۔ سورۂ سبا میں ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے حضورؐ کو تمام عالم کے لئے بھیجا ہے۔ اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے پوری زمین سکیڑ کر دکھائی گئی اور میں نے اس کے سارے مشرق اور سارے مغرب دیکھے۔ اور جہاں تک زمین مجھے دکھائی گئی ہے وہاں وہاں میرا کلمہ پڑھا جائے گا اور خلافت قائم ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ سرزمین پاکستان و افغانستان ہی سب سے پہلے اس خلافت کا مقام بنے گی۔

مغرب کی سرگرمیاں: اب اس امر کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے کہ عالم اسلام میں تو یہ ہو رہا تھا، مغرب میں اس

دوران کیا ہوا؟ ابلیس ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو نہیں بیٹھا رہا۔ اس نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ ابلیسی طاقت نے جو کام اس دوران کئے' ان کی تفصیل ملاحظہ کیجئے :

- حریت پر یہ ضرب لگائی کہ آزادی رائے اور حقوق انسانی کا ڈھنڈورا پیٹا۔ حضورؐ نے انسان کو شرف و عظمت کا سبق دیا جس کا آئیڈیل خلافت راشدہ ہے۔ یہ باتیں الازہر اور بغداد کی جامعات سے اسپین میں پہنچیں تو اس آزادی میں ایک تحریف کرکے اسے مادر پدر آزادی بنادیا' ہر قسم کی مکمل آزادی۔

۲۔ دوسری خرابی اس نے یہ کی کہ اجتماعی خلافت کو اجتماعی حاکمیت بنادیا۔

۳۔ تیسری خرابی سیکولرازم ہے۔ یہ نہایت خراب شیطنت ہے۔ اللہ کی حاکمیت سے بغاوت Popular Sovereignty ہے اور نبوت سے بغاوت سیکولرازم۔ اس کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ انسان اپنے معاملات میں آزاد ہے۔ حتیٰ کہ اجتماعی زندگی میں اللہ کی حاکمیت نہیں مانی جاتی۔

۴۔ پھر ایک خرابی نیشنلزم ہے یعنی قومی وطنیت۔ یہ دور حاضر کا سب سے بڑا شرک ہے۔ ہمارے علماء اس کو نہیں پہچان سکے' صرف علامہ اقبال نے اس کو پہچانا اور اپنی شاعری کے ذریعے اس پر زبردست تنقید کی۔ حب وطن اور وطنیت کے موجودہ تصور کے درمیان بہت نازک اور بال برابر باریک فرق ہے' جس کا ادراک ہمارے روایتی علماء کے بس کا روگ نہیں تھا۔

مغرب سے فوائد : یہ سارا ارتقاء عمرانیات کا ہے۔ یہودیت نے اسی سے یورپ اور امریکہ کو تسخیر کیا' لیکن اس شر میں خیر کا بھی ایک پہلو ہے۔ میرا نظریہ ہے کہ "شر محض" کا دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ خیر ہو گا تو شر پیدا ہو گا۔ بہرحال اس تحریک احیاء العلوم سے ٹیکنالوجی کا سیلاب آیا اور تسخیر کائنات کا ظہور اسی سے ہوا۔ کیا ان میں کوئی شے فی نفسہ حرام بھی ہے؟ نہیں۔ ان کا استعمال تو حرام ہو سکتا ہے لیکن یہ خود نہیں۔ چونکہ یہ سائنس مسلمانوں ہی سے دیار مغرب تک پہنچی ہے لہٰذا ہم پر تمام ایجادات حلال ہیں۔ دوم یہ کہ مغرب نے عمرانی ارتقاء کے مراحل بھی طے کئے۔ معاشرتی ترقیاتی ادارے قائم کیے۔ اس کا کریڈٹ بھی انہیں دیجئے۔ ہم یہ ترقی نہیں کر سکے لیکن ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً مقننہ' عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کے اصول۔ ہم انہیں مسترد نہیں کر سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم تمام ایجادات اور اصولوں کو مباح بھی نہیں کہہ سکتے۔ جو اسلام کے مطابق ہو اسے حاصل کرلینا چاہئے اور جو نہ ہو اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

مستقبل کی اسلامی ریاست یا نظام خلافت ان دو چیزوں سے مل کر بنے گی : روح خلافت (قرآن و سنت سے) + سیاسی ڈھانچہ (روح عصر سے)۔ جبکہ آئیڈیل مثالی اقدار ہمیں خلافت راشدہ سے لینی ہوں گی۔ "روح عصر" یعنی مغربی دنیا نے جو ادارے اور اصول بنائے ان میں سے مطلب کی چیزیں لے کر استعمال کریں۔ چنانچہ

روح عصر + روح دین = مستقبل کا نظام خلافت۔

خطاب کے آخر میں اجتماعی دعا ہوئی اور نصف رات گئے کانفرنس کے پہلے دن کی کاروائی اختتام کو پہنچی۔

احیائے خلافت کانفرنس کا دوسرا روز

دوسرے روز حسب معمول ساڑھے آٹھ بجے رات کانفرنس کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے میزبان ڈاکٹر اسرار احمد نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس میں انہوں نے اپنی تنظیمی کوششوں کی تفصیل بیان کی۔ انہوں نے کہا' ہمارے

کام کے تین رخ ہیں۔ اول دعوت رجوع الی القرآن۔ اس کی تنظیمی ہیئت انجمن خدام القرآن لاہور ہے۔ دوسرے اقامت دین۔ اس کی تنظیمی ہیئت تنظیم اسلامی ہے اور تیسرے پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کا ہدف۔ اس کے لئے تحریک خلافت پاکستان کی تنظیمی ہیئت موجود ہے۔

چونکہ تینوں تنظیموں کا تعلق میری ذات سے ہے تو میں اپنی ذات سے متعلق چند باتیں عرض کرتا چلوں۔ میری سوچ، فکر اور نظریات کی تشکیل میں چند شخصیات نے گہرا اثر چھوڑا ہے۔ سب سے گہرا اثر اقبال کی ملی شاعری نے ڈالا، جبکہ فکری رنگ آمیزی اولاً مولانا آزاد اور ثانیاً مولانا مودودی کی تحریروں سے ہوئی۔ اس فکر کا رشتہ قرآن حکیم کے ساتھ مولانا اصلاحی کے ترجمہ و تفسیر قرآن نے جوڑا۔ اسلاف سے میرا رشتہ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ترجمہ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے حواشی قرآن کے ذریعے جڑا۔ ان کے بعد پھر ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کا نام آتا ہے، جن سے میں نے فلسفیانہ اور بلندی فکر کی دولت حاصل کی۔

یہی معاملہ جماعتی اور تنظیمی انسلاک کا ہے۔ میرا اولین تعلق مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سے تھا جو مسلم لیگ کی طلبہ جماعت تھی۔ یوں مجھے تحریک پاکستان میں کردار ادا کرنے کا فخر حاصل ہے۔ میرا دوسرا تعلق اسلامی جمعیت طلبہ سے رہا۔ یہ میری زندگی کا بہترین دور تھا۔ میں نے جتنی بھی صلاحیتیں حاصل کیں، ان کے لئے میری تربیت گاہ اسلامی جمعیت طلبہ ہی ہے۔ تنظیمی اعتبار سے تیسرا تعلق جماعت اسلامی سے رہا مگر تین سال بعد ہی طریق کار کے اختلاف کی بنا پر میں جماعت سے الگ ہو گیا۔ کچھ عرصے تک ان رہنماؤں کے در کی خاک چھانتا رہا جو جماعت سے الگ ہو گئے تھے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے تنظیم اسلامی کا قیام ۱۹۶۷ء میں عمل میں آیا۔ چونکہ یہ بزرگ ابھی تک خود کو تنظیم اسلامی میں کھپا دینے کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کرپائے تھے، لہٰذا میں نے ۱۹۷۵ء میں تنظیم کی تجدید کی۔ یہاں سے تنظیم کا دوسرا اور اصل دور شروع ہوا۔

یہاں میں ایک بات کہتا چلوں کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ساتھ مخصوص ہے۔ دیگر شہروں اور صوبوں میں الگ سے انجمن ہائے خدام القرآن قائم ہیں جو ہماری تنظیم سے الگ اور آزادانہ کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح تحریک خلافت، پاکستان کے لئے ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد خلافت کا قیام ہے جو ظاہر ہے پہلے پاکستان میں وجود میں آئے گا، پھر کہیں اور اس کے نفاذ کے لئے کوششیں کی جائیں گی، لیکن تنظیم اسلامی کا دائرہ کار محدود نہیں۔ تنظیم اسلامی، عالمی جماعت ہے۔ ہم نے اس کے ساتھ پاکستان کا لفظ کبھی نہیں لگایا کیونکہ یہ محدود نہیں۔ "احیاء خلافت کانفرنس" میں اسرار حیدر خاں اور دوسرے غیر معروف مقررین کو یہ تاثر دینے کے لئے مدعو کیا گیا کہ تنظیم اسلامی، عالمی تنظیم کے طور پر معروف ہو رہی ہے۔ میرے بیرونی ممالک کے دوروں میں کئی لوگ بیعت ہو کر تنظیم میں شامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح تین صوبائی مقررین کو بھی مختصر خطاب کے لئے دعوت دی گئی ہے تاکہ اس کانفرنس میں پورے پاکستان کی نمائندگی ہو سکے۔

میری دلی خواہش تھی کہ اقامت دین کے لئے جو جماعتیں کوششیں کر رہی ہیں، یعنی جماعت اسلامی، اس سے الگ ہونے والی تحریک اسلامی اور تنظیم اسلامی کسی وفاق میں شامل ہو جائیں یا کم از کم ایک پلیٹ فارم پر ہی جمع ہو جائیں۔ میرے اس خواب کی تعبیریوں عمل میں آئی کہ ہماری اس کانفرنس میں جماعت اسلامی کے بعض اہم رہنما شامل ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ نعیم صدیقی صاحب نے بطور خاص اور حکما حکیم سرو سہارن پوری صاحب کو یہاں بھیجا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تعاون کا یہ سلسلہ جاری رہے گا تاکہ ایک عظیم نصب العین کے لئے ہم سب متحد ہونے کی طرف پیش قدمی جاری رکھ سکیں

امام جمیل الامین : اٹلانٹا، امریکہ

اس کے بعد اٹلانٹا، امریکہ سے آنے والے امام جمیل الامین نے انگریزی میں مختصر خطاب کیا۔ امام جمیل نے ۱۹۷۱ء میں اسلام قبول کیا۔ قبل ازیں وہ فعال سیاسی رہنما کے طور پر معروف تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی انہوں نے اشاعت و تشریح اسلام کے لئے امریکہ میں بڑی خدمات سرانجام دیں جس سے امریکہ کے مسلم حلقے میں انہیں اہمیت حاصل ہے۔ وہ افرو امریکن مسلمانوں کی ایک اہم تنظیم کے راہنما ہیں اور اٹلانٹا میں امام مسجد ہیں۔

ڈاکٹر خالد بیگ : امریکہ

ڈاکٹر خالد بیگ نے اپنے خطاب میں کہا کہ جب دل کی گہرائیوں سے ایاک نعبد (ہم تیرا حکم مانتے ہیں) نکلتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے ہم خدا کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ وہ حکم کیا ہے جس پر ہم اپنا سر تسلیم خم کرنے کا اعلان کر رہے ہیں؟ وہ حکم کتاب حکیم میں ہے۔
کسی یہودی نے سید جمال الدین افغانی سے سوال کیا کہ ایک جملے میں اسلام کی تعریف کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اسلام چھوڑا ہم نیچے گر گئے، تم نے عیسائیت چھوڑی تم اوپر آ گئے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلام کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنے کی طاقت عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ جو امانت ہمیں سونپی ہے، ہم اس کی حفاظت کر سکیں۔

امام عیسیٰ عبدالکریم : نیو آئی لینڈ، امریکہ

امریکہ سے آئے ہوئے دوسرے مہمان مقرر امام عیسیٰ عبدالکریم نے اپنے خطاب میں اسلام کی اہمیت اور نفاذ خلافت کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے حاضرین سے معذرت کی کہ وہ انگریزی زبان میں خطاب کر رہے ہیں جو اکثر حاضرین کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ ان شاء اللہ آئندہ وہ اردو سیکھ کر آئیں گے اور اگلی دفعہ کوشش کریں گے کہ اردو میں خطاب کر سکیں۔ امام عیسیٰ عبدالکریم طٰہٰ مسجد، نیو آئی لینڈ امریکہ میں امام ہیں۔

مولانا راحت گل : پشاور

مولانا راحت گل اگلے مقرر تھے جنہوں نے بتایا کہ وہ ۱۹۲۴ء میں تحریک خلافت میں شامل ہوئے تھے۔ تب سے آج تک اس قافلے میں شریک ہوں جو خلافت کے لئے مسلسل چلا جا رہا ہے۔
انہوں نے کہا کہ اس امت کی وحدت کو قائم رکھنے کے لئے حضورؐ نے تین مراکز قائم کر دیئے۔ ایمانی مرکز، روحانی مرکز، سیاسی مرکز۔ حضورؐ نے ایسی امت بنائی کہ جن کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا اور کھولتے پانی میں ڈالا جاتا، لیکن ان کے قدم نہیں ڈگمگائے، انہوں نے اسلام کو نہیں چھوڑا۔ یہ ایمانی مرکز تھا۔ حضورؐ کے دل میں یہ تمنا اور خواہش تھی کہ امت کے لئے ایک روحانی مرکز بھی ہو۔ اللہ نے ان کی خواہش کو دیکھتے ہوئے کہا کہ اپنا منہ جس طرف مرضی پھیر لو۔ آپ ﷺ نے مسجد حرام کی طرف منہ پھیرا اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے قبلہ اول اور روحانی مرکز ٹھہری۔ اسی طرح آخری عمر میں حضورؐ نے سیاسی قوت حاصل کر لی۔ اسلامی حکومت قائم

ہوئی اور حضورؐ خلیفہ ہوئے تو ارشاد ہوا کہ اب دین مکمل ہو گیا' قائم ہو گیا ہے۔ اسلامی حکومت کا قیام مسلمانوں کے لئے زبردست سیاسی قوت کا مظہر تھا۔

حضورؐ آخری وقت رخصت ہوئے تو مسلمانوں کے لئے یہ تین مراکز قائم کر گئے۔ آپ نے اپنا خلیفہ صراحتاً نہیں اشارتاً حضرت ابو بکرؓ کو نامزد کر دیا جب آپ ﷺ نے انہیں اپنی جگہ نماز پڑھانے کی ہدایت فرمائی تھی' انہوں نے خلافت کا حق ادا کیا اور ان تین مراکز کی پوری طرح حفاظت کی۔ ان کے بعد خلفائے راشدین اور ان کے وارثوں نے بھی حتیٰ المقدور ان مراکز کو مضبوط رکھا لیکن شیطانی طاقتیں اور دشمن یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین و کفار اس کوشش میں تھے کہ : مسلمانوں کے ان مراکز کو ختم کر دیا جائے تاکہ مسلمانوں کی طاقت ختم ہو جائے لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ دشمنوں نے بہت حملے کئے۔ ایمانی مراکز پر مسیلمہ کذاب سے غلام احمد قادیانی تک حملے کئے گئے۔ پھر منکرین حدیث کا دور آتا ہے' لیکن مسلمانوں نے بڑی پامردی سے ان حملوں کو روکا اور ان کا توڑ کیا ہے۔ اسی طرح ہمارے روحانی مرکز پر بھی حملے ہو رہے ہیں۔ اس پہلو پر کسی مقرر نے توجہ نہیں کی۔ یہ حملے بھی ناکام ہوئے تو دشمنوں نے سوچا کہ جب تک مسلمانوں کی سیاسی قوت ختم نہ کی گئی' وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک منافق پیدا کیا۔ اس کے لئے انہوں نے سب سے پہلے تو یہ پراپیگنڈہ کیا کہ خلیفہ عیاش اور بدمعاش ہے۔ وہ مسلمانوں کی دولت پر عیش و عشرت کرتا ہے۔ یوں خلیفہ کے کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ دوسرے فری میسن تحریک نے اپنا ایک نمائندہ "غازی" "مصطفیٰ کمال پاشا کو ترکی بھیجا۔ اس نے مسلمانوں کے دل جیتنے کی کوشش کی' لیکن خلافت کے خلاف اور جمہوریت کے حق میں بات کی اور یوں خلافت کو نقصان پہنچایا۔ تیسرے اسلامی حکومت کی مرکزیت کو ختم کر دیا گیا۔ مسلمان ریاستیں جو متحد تھیں' عیسائیوں نے ان کو کاٹ دیا اور مسلمان منتشر ہو گئے۔ پہلے ایک حکومت اور خلافت تھی' اب کئی بن گئیں۔ دوبئی' قطر' عراق' کویت وغیرہ۔ جس طرح تسبیح کے دانے ایک ڈوری میں پروئے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں' خلافت تسبیح کی ڈوری ہے اور دانے مختلف علاقے جو اب بکھر کر اپنی علیحدہ علیحدہ شناختیں بنا چکے ہیں۔ ان سب کوششوں سے مسلمانوں کو غلام بنا لیا گیا اور ان کی سیاسی مرکزیت ختم ہو گئی اور اب روحانی مرکزیت حملے ہو رہے ہیں' ایمانی مرکز میں کمزوری پیدا کی جا رہی ہے۔ ان کوششوں کا تسلسل مصطفیٰ کمال پاشا سے بے نظیر بھٹو تک چلتا ہے۔ اس کے مظاہر آپ دیکھ لیجئے۔ پہلے توہین رسالتؐ کے ملزم کو مسلمان سرعام قتل کر دیتے تھے' اب اسے عدالت سے سزا سنائی جاتی ہے اور پھر وی آئی پی بنا کر ملک سے فرار کر دیا جاتا ہے۔

ایمانی اور روحانی مراکز پر حملوں کے ضمن میں یہودیوں کے درج ذیل دعوے غور کے قابل ہیں۔ اول وہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ یہودیوں کی ملکیت تھا' اسے حضورؐ نے ہم سے چھینا۔ دوسرے ہم حضرت ابراہیمؑ کے پیروکار ہیں اور مکہ مکرمہ ان کا تعمیر کردہ ہے لہٰذا اس میں عبادت کا حق ہمیں (یہودیوں کو) بھی ہے۔ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل کے فقہی مشیر اسلم خاکی نے ایک موقع پر کہا تھا کہ حضرت ابراہیم کے پیروکار' چاہے جو بھی ہوں' خانہ کعبہ میں عبادت کر سکتے ہیں۔ یہ مذکورہ دعوے کو عملی جامہ پہنانے کی ایک کوشش ہے۔ اسی طرح کی ایک کوشش بے نظیر کی قریبی ساتھی اور اس کے وفد کی ایک عیسائی خاتون رکن مس اینی ماریا نے کی۔ "جنگ" لندن ۲۲ اپریل ۱۹۹۴ء میں چھپا ہے کہ اس نے تمام عرب بادشاہوں کو ایک خط بھیجا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی غیر مسلم داخل نہیں ہو سکتا لیکن میں وزیراعظم پاکستان کے ساتھ نہ صرف اس میں داخل ہوئی بلکہ عمرہ بھی ادا کیا ہے۔ اسی طرح میں' ایران میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے گیا۔ اس کانفرنس میں یہ اعلان کیا گیا کہ حرم کعبہ کو آزاد کیا

جائے' اس کو مشترک کیا جائے تا کہ ہر کوئی وہاں عبادت کر سکے' وہ کسی کی ملکیت نہ ہو۔

اس مثال سے ظاہر ہو گا کہ یہودی اور لادینی عناصر اب مکہ کو' جو مسلمانوں کا آخری مرکز ہے' ختم کرنے کے لئے کوششیں کر رہے ہیں اور اس مقصد کے لئے منافقین سے کام لے رہے ہیں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ اسرائیل کو مسلم دنیا تسلیم کر لے۔ ایسا منافقین کے ذریعے ہی ہو گا۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے ساتھ سفارتی تعلقات استوار ہوں گے۔ اس کا سفارت خانہ ریاض میں بھی کھلے گا جہاں سے بعد میں یہ دباؤ ڈالا جائے گا کہ مکہ مکرمہ کو کافروں کے لئے بھی کھولا جائے۔ تو بہنو بھائیو! خلافت پر ایمانی اور سیاسی حملے یہودیوں کے پٹھو مصطفیٰ کمال پاشا کے ذریعے کرائے گئے اور اب روحانی حملے منافقین کے ذریعے کرائے جا رہے ہیں۔ آپ انہیں خوب پہچان لیجئے۔

مولانا حضرت گل : سرحد

اس کے بعد تنظیم اسلامی پاکستان' صوبہ سرحد کے رفیق مولانا حضرت گل نے پشتو میں تقریر کی اور ارکان اسلام پر پابند رہنے کی ہدایت کی۔ انہوں نے خلافت کے قیام کے لئے تمام مسلمانوں کو اپنا اپنا کردار ادا کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے باشریعت زندگی گزارنے کو ضروری قرار دیا۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر

بعد ازاں تنظیم اسلامی کے شعبہ تربیت کے انچارج چوہدری رحمت اللہ بٹر نے پنجابی میں تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے انسان کا سب سے پہلا تعارف قرآن میں اپنے خلیفہ کے طور پر کرایا۔ جب اللہ نے آدمؑ اور اس کی نسل کو اپنا خلیفہ بنایا تو تمام نسل انسانی کو سامنے کھڑا کر کے پوچھ لیا کہ کیا تم مجھے اپنا رب مانتے ہو؟ سب نے کہا : یقیناً آپ ہمارے رب ہیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خدا نے جس مقصد کے لئے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا ہے' انسان اسے پورا کریں۔ یہ حق اجتماعی بھی ہے اور فرداً فرداً بھی۔ ہمیں یہ مقصد پورا کرنا ہے۔ اس طرح کہ اللہ نے ہمیں جو صلاحیتیں دی ہیں انہیں اللہ کے وعدے کے مطابق استعمال کریں۔ ہر شخص سوچے کہ وہ اللہ کا حق ادا کر رہا ہے یا نہیں۔ ہر شخص اس کا پابند ہے کیوں کہ وہ اس کا وعدہ کر کے آیا ہے۔ یہ انفرادی خلافت ہے۔ اور اجتماعی خلافت یہ ہے کہ انسان سے اللہ نے وعدہ لیا تھا کہ زمین پر میرا نظام نافذ کرو گے تو میں تمہیں خلافت دوں گا۔ لازم ہے کہ اس کے لئے بھی کوششیں کی جائیں ورنہ ممکن نہیں کہ ہم وعدہ پورا کر سکیں۔ اس کا طریقہ دعوت ہے۔ دوسروں کو دعوت دیں اور ان کی رہنمائی کریں تا کہ خلافت کے سلسلے میں آپ کا حق ادا ہو سکے۔ اس تقاضے کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص کو کام کرنا ہے' اپنی قوت واستعداد کے مطابق۔

جناب غلام محمد سومرو : سندھ

تنظیم اسلامی پاکستان' صوبہ سندھ کے رفیق جناب غلام محمد سومرو نے سندھی میں تقریر کی۔ ان کے خطاب کا خلاصہ یہ تھا کہ اللہ نے ہمیں زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ آدمؑ وداودؑ وغیرہ کو زمین پر شخصی خلافت عطا کی۔ جب بھی معاشرے میں ظلم اور فتنہ وفساد بڑھا' ناہمواری آئی تو اللہ نے اپنے نبی ورسول ہدایت کے لئے بھیجے' وہ زمین میں اللہ کے خلیفہ تھے۔ اللہ نے انسانوں سے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

عمل کئے تو میں انہیں اس دنیا میں خلافت عطا کروں گا۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید : ترکی

اس کے بعد ترکی سے تشریف لانے والے مہمان مقرر ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید نے انگریزی میں مختصر خطاب کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے بتایا کہ کل مصطفیٰ اچکزوید جذباتی ہو گئے تھے۔ انہوں نے درخواست کی ہے کہ انہیں دوبارہ موقع فراہم کیا جائے تاکہ وہ اپنے جذبات کی صحیح ترجمانی کر سکیں۔ اس پر انہیں پانچ منٹ دیئے گئے۔

رشید احمد صدیقی

لندن (انگلستان) سے یوکے اسلامک مشن کے راہنما جناب رشید احمد صدیقی نے اپنے خطاب میں اپنا مختصر تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ ان کا تعلق بجنور سے ہے۔ ان کے والدین کٹر اہلحدیث تھے۔ وہ جس محلے میں رہتے تھے وہ بھی اہلحدیث حضرات کا محلّہ تھا' لہٰذا مجھے نماز کا شوق سات آٹھ سال کی عمر میں ہی ہو گیا تھا۔ علی گڑھ سے تعلیم حاصل کی۔ وہاں سات سال رہا۔ دو سال زیر تعلیم رہا۔ تیسرا سال مشکل سے نکلا اور چوتھے سال تحریک پاکستان میں حصہ لینا شروع کر دیا کہ اس وقت علی گڑھ یونیورسٹی کی عمومی فضا سیاسی بن گئی تھی۔ اسی سلسلے میں جیل چلا گیا تو وہاں کے کمشنر نے کہا کہ ہم آپ کی مدد کرتے ہیں چنانچہ میں نے جیل ہی میں B.Ed. اور Ph.D. کیا۔ پاکستان بن گیا تو فیصل آباد آ کر سکول میں ملازمت کر لی۔ اس دور میں' میں کٹر دہریہ اور اشتراکی تھا' لیکن غریبوں سے ہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔

میرے نزدیک مسلمان بطور مسلم قومیت ایک ہیں۔ بدقسمتی سے آج ہم علاقائی اور ذاتی عصبیتوں میں گم ہو گئے ہیں اور اب تو پاکستان میں ایک اور قوم مہاجر کا اضافہ ہو گیا ہے۔ میں نے لندن میں الطاف حسین سے ملاقات کی کوشش کی۔ وہ تو نہ ملا اس کے نائبین سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ مہاجر سے کیا مطلب لیتے ہیں؟ کہنے لگے جو دوسرے ملک سے یہاں آئے ہیں۔ میں نے کہا مہاجر کا مطلب تو ہے دین کی خاطر دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں آنا۔ اس کے لئے کوئی زبان تو مخصوص نہیں' نہ کوئی گروہ۔ اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

پاکستان کے مسائل بہت سنگین ہیں لیکن اب امیر تنظیم اسلامی کی شکل میں پاکستان کو ایک رہنما مل گیا ہے جس کی کوششوں سے ان مسائل کا حل نکل سکتا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ مذہبی جماعتوں کی انتخابات میں شکست سے مذہبی سیاسی جماعتوں کی شہرت کو دھچکا لگتا ہے۔ سب جماعتوں کو مل کر انتخابات میں حصہ لینا چاہئے۔ دیکھئے جماعت اسلامی نے اس دفعہ انفرادی طور پر حصہ لیا تو اسے پہلے سے بھی کم ووٹ ملے۔ جب تک مذہبی جماعتیں اقتدار میں نہیں آتیں' نظام خلافت نہیں آ سکتا اور خلافت کے بغیر ہم کبھی اسلام میں پورے کے پورے داخل نہیں ہو سکتے۔ میں نعیم صدیقی' قاضی حسین احمد اور دوسرے مذہبی سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کروں گا' انہیں مل بیٹھنے پر زور دوں گا کہ آپ سب ایک ہیں۔ مل کر جدوجہد کیجئے۔ ہمارا مقصد اقامت دین ہے۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ ہیں تو سب مذہبی جماعتیں لیکن گروہوں میں بٹی ہوئی۔ سنی' وہابی' بریلوی' اہلحدیث وغیرہ ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اس کانفرنس کے ذریعے مل بیٹھنے کی شروعات کر دی ہے۔ آیئے! آگے بڑھئے اور اپنے اندر اتفاق پیدا کیجئے۔ مبادا (خدانخواستہ) پاکستان میں بھی سقوط بغداد کی صورتحال نہ ہو جائے۔ پاکستان اتفاق و اتحاد سے ہی بچ

سکتا ہے۔

ڈاکٹر میر معظم علی علوی

اس کے بعد ڈاکٹر میر معظم علی علوی کے خطاب کی باری تھی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے ان کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے تحریک علی گڑھ اور تحریک خلافت میں حصہ لیا ہے' انگلستان میں ۳۰'۳۲ سال تک مسلسل اذان خلافت دی' پچھلے پانچ چھ برس سے پاکستان میں ہیں۔ وہ قافلہ خلافت کے معمر ترین رہنما ہیں۔

ڈاکٹر میر معظم علی نے خلافت راشدہ پر خطاب کرتے ہوئے مختلف مسائل واضح کئے۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کا سب سے بڑا مسئلہ سیاسی ہے' اقتصادی یا اخلاقی نہیں۔ مراد یہ کہ امت مسلمہ جس طرح خواندگی میں پیچھے ہے' اسی طرح سیاسی فکر میں بھی بہت پیچھے ہے۔ خواندگی کے بارے میں تو فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کسی کو پڑھنے کا کہتے ہیں جس سے خواندگی اور ناخواندگی کا پتہ چل جاتا ہے لیکن سیاسی فکر کا جلدی پتہ نہیں چلتا' اس کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دیگر عالمی سیاستدانوں سے مقابلہ ہو۔ دوسرے یہ مسئلہ کہ موجودہ دور ماہرین کا دور ہے' مقتدیوں کا نہیں۔ کسی میدان کا ماہر بننے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تعلیم' تربیت اور تجربہ۔

تیسرے نظام خلافت راشدہ کے پاکستان میں نفاذ کے بارے میں' میں اپنے گزشتہ پچاس سالہ تجربے کا نچوڑ پیش کر رہا ہوں کہ نظام خلافت یہاں نافذ ہو سکتا ہے اور ہماری زندگی میں ہی نافذ ہو سکتا ہے۔ میں اس بارے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں اس کے چار objects ہیں جن پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ یہ نظام کس طرح نافذ ہو۔ تو اس کا نفاذ عالمانہ تقریروں اور نظریہ بیان کر دینے سے نہیں ہو گا۔ اس کے لئے عمل کی ضرورت ہے۔ آپ یقین کیجئے یہ پانچ سات سال کا عمل ہے۔ زیادہ سے زیادہ دس سالہ کہہ لیجئے۔ جو اس سے زیادہ کہتے ہیں وہ عملی نہیں' نظریاتی لوگ ہیں۔ انہیں سیاسی شعور نہیں۔ خلافت کا نظام کیا ہے؟ حضورؐ نے سب سے پہلے مکہ سے مدینہ جا کر اس نظام کو قائم کیا ان کے بعد خلفائے راشدین کا دور ہے۔ پھر امیر المسلمین وغیرہ کا۔ دوسرے یہ کہ نظام خلافت کس لئے ضروری ہے؟ اس لئے کہ حضورؐ کی زندگی اس کو ملا کر مکمل ہوتی ہے اور اسلام مکمل ہوتا ہے لہٰذا جب تک خلافت قائم نہ ہو گی' اسلام مکمل طور پر رائج نہ ہو گا اور مسلمان کی زندگی بھی مکمل نہ ہو گی۔ تیسرے اس کا تقابل ہے۔ خلافت من اللہ ہے جبکہ دور جدید کے نظام ہائے حکومت مثلاً آمریت' شہنشاہیت' استبدائیت اور جمہوریت کی خرافات ہیں جو کسی طرح بھی خلافت کا نعم البدل مسلمانوں کے لئے نہیں ہو سکتیں۔

اب آیئے خلافت کے objects کی طرف۔ پہلا تو یہ کہ نظام خلافت کس طرح قائم کیا جائے۔ اس کی صورت کیا ہو گی؟ تو صورت اور طریقہ وہی ہو گا جو حضورؐ نے اپنایا یعنی خطاب عام اور تربیت خاص۔ حضورؐ جب کسی کی تربیت کرنا چاہتے تو پہلے خطاب عام کرتے اور لوگوں تک پیغام پہنچاتے' پھر خاص افراد کو چن کر قبائل میں بھیج دیتے جہاں سے وہ تربیت لے کر نکلتے اور وہ فرض سرانجام دیتے جو حضورؐ انہیں تفویض کرتے۔ اس طرح اسلام پھیلتا۔ مسلم لیگ کو ۱۹۴۷ء میں انتخابات میں کامیابی اسی تکنیک کی بنا پر ملی۔ پہلے جلسے ہوتے' پھر ہم طلبا کو دیہات میں ٹریننگ دے کر بھیجا جاتا اور ہم کنویسنگ کرتے۔ یہی تحریک پاکستان کی جدوجہد کا ڈھانچہ تھا۔ یہ طریقہ موثر بھی ہے اور مشکل بھی نہیں۔ دوسرا object یہ کہ کام کون کرے گا؟ اس کے لئے اجتماعی کام بھی کرنا ہو گا۔ فرداً فرداً کامیابی نہیں ہو گی۔ اس کا بہترین ذریعہ سیاسی مذہبی جماعتیں ہیں' وہ جماعتیں جن کا سیاسی شعور زیادہ

ہے۔ تیسرا یہ کہ یہ نظام کہاں نافذ ہو گا؟ سب سے پہلے پاکستان میں ہی نافذ ہو گا۔ اس یقین کے دو عوامل ہیں۔ اول یہ کہ پاکستان اسی مقصد کے لئے حاصل کیا گیا کہ یہاں خلافت راشدہ کے نظام کا نفاذ ہو۔ دوسرے یہ کہ پاکستان کے عوام میں اسلامی روح موجود ہے۔ اس ملک میں چاہے سوایوب (آمر) آجائیں، لیکن یہ خاصیت عوام میں موجود ہے کہ جب اسلام کی کال دی جائے گی تو لوگ سروں پر کفن رکھ کر آئیں گے۔ چوتھا object ہے کہ یہ نظام قائم کرنے سے کیا ملے گا؟ تو نوٹ کیجئے کہ یہ خلافت راشدہ کا نظام ہو گا اور اس کا پہلا فائدہ یہ ہو گا کہ کوئی انسان بھوکا نہیں سوئے گا۔ ساری خرابی معاشی حالت کی ہے، پیٹ کی ہے۔ اس کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ پھر شریفانہ لباس، معقول رہائش، صحت کی سہولتیں اور ضروری تعلیم ملے گی۔ کوئی انگوٹھا چھاپ نہیں ہو گا اور سب سے بڑھ کر انصاف ملے گا۔ آج تو انصاف خریدنا پڑتا ہے۔ جس کے پاس دولت ہے، انصاف اسی کے حق میں ہوتا ہے، لیکن خلافت میں انصاف کسی کے گھر کی لونڈی نہیں ہو گا، ہر ادنیٰ واعلیٰ کو ملے گا۔ مسجدوں سے انصاف ملے گا۔ پھر شادی بیاہ میں آسانی ہو گی۔ بیواؤں کی شادی ہو گی۔ یہ تمام سہولیات صرف نظام خلافت ہی سے ہمیں میسر آسکتی ہیں جس کا ہر شخص آرزومند ہوتا ہے اور ہر مسلمان کا ان پر حق ہوتا ہے۔

ڈاکٹر عامر عزیز

نوجوان مقرر ڈاکٹر عامر عزیز کا تعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے بتایا کہ وہ ایک ماہر سرجن ہیں۔ انہوں نے دورۂ ترجمہ قرآن کے حوالے سے عربی سیکھنے اور اردو ترجمے کے لئے اپنی ملازمت سے ایک سال کی رخصت لی ہے۔ یہ جذبہ قابل قدر، عظیم اور قابل تقلید ہے۔

عامر عزیز خاں نے اپنے خطاب میں کہا کہ میں ایک سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹر ہوں۔ اسی ناطے سے سیاست دانوں، قومی راہنماؤں اور عوام پسندی کے دعوے کرنے والوں سے میرا تعلق پیدا ہوا اور سب نے مجھے مایوس کیا، ان کی حرکتوں اور باتوں سے شدید ذہنی رنج حاصل ہوا۔ یہ لوگ اپنے مفادات اور خواہشات کے لئے ہم لوگوں کا خون چوس کر کمائی کرتے ہیں۔ خود میرے اپنے شعبے یعنی ڈاکٹری میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن سے میں سخت بیزار ہوں۔ میں نے اپنے ہم وطن مسلمان بھائیوں کو ہسپتال میں کتوں کی طرح مرتے دیکھا ہے۔ کوئی ایم پی اے کی پرچی لے کر آجائے تو سینئر ڈاکٹر انہیں خود دیکھتے ہیں جبکہ عوام کو جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔ پاکستان کا مطلب تو ہے پاک جگہ، لیکن یہاں کا نظام انتہائی گندا ہے۔ ہم میں سے بھی کوئی کچھ کرنے کو تیار نہیں۔ ہم صرف دعائیں مانگتے ہیں، وہ بھی ڈھنگ سے نہیں اور پھر کہتے ہیں کہ خدا ہماری دعا قبول نہیں کرتا۔ کیوں کرے خدا ہماری دعائیں قبول۔ مجھے افسوس ہے کہ اتنی سخت باتیں کہہ رہا ہوں۔ میں کافی ناامید ہوں، اسی لئے یہ باتیں کہہ رہا ہوں۔ بڑے سے بڑا سانحہ ہو جائے، ہم باہر نہیں نکلتے۔ ہم اتنے بے حس ہیں کہ لوٹ کھسوٹ کر کے باہر بھاگ جاتے ہیں۔ پہلی فرصت میں سرمایہ انگریزوں کے پاس جمع کراتے ہیں، پاکستان جائے بھاڑ میں۔ ان سب برائیوں سے چھٹکارا پانے کے لئے میری نظر میں صرف باتوں سے کام نہیں چلے گا، ہمیں اس مقصد کے لئے قربانیاں دینی ہوں گی۔ ہم پر قائد اعظم کا بہت بڑا احسان ہے جس کو ہمیں چکانا ہے۔

ہمارا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہونا چاہئے اور اس کا راستہ ہے تفہیم قرآن مجید۔ ہمیں اس بات کی فکر رہتی ہے کہ ہمارا افسر ہم سے ناراض نہ ہو جائے، ہماری پارٹی ناراض نہ ہو جائے، اللہ ناراض ہوتا ہے تو ہوتا رہے۔ یاد رکھئے جب تک ہم اپنے گناہوں اور تغافل کے لئے اجتماعی معافی نہیں مانگتے، خلافت برپا نہیں ہو سکتی۔

ڈاکٹر اسرار احمد

دوسرے روز کے اور کانفرنس کے آخری مقرر' میزبان ڈاکٹر اسرار احمد تھے۔ انہوں نے پاکستان میں قیام خلافت کے حوالے سے اظہار خیال کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ صحیح وقت میں' صحیح تدبیر اور اقدام کے نتیجے میں قرارداد مقاصد منظور ہو گئی جس میں پہلی اسلامی شرط بہت جلد پوری ہو گئی تھی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے بغیر نہیں ہو گی۔ یہ شرط تو موجود رہی اور اس پر عمل کے لئے بہت وعدے کئے گئے لیکن یہ بہت بھاری پتھر ہے' اسی لئے اسے چوم کر چھوڑ دیا جاتا رہا۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں یہ دستور کا حصہ بھی بنی لیکن اسے دو ہتھکڑیاں اور دو بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ زبانی جمع خرچ ہوتے رہے' مسودہ ہائے قانون جمع ہوتے رہے لیکن عمل مفقود رہا۔ یہ اتنا بھاری پتھر ہے کہ نواز شریف دو تہائی اکثریت ہوتے ہوئے بھی اسے نافذ نہ کر سکے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کی تنقیح کیسے ہو گی؟ عرض ہے کہ اس کا حق عدلیہ کو دینا ہو گا۔ وہ فیصلہ کرے گی خالص اور ناخالص میں۔

ہمارے بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ پاکستان کا آئین تو اسلامی ہے' صرف اس کے نفاذ میں رکاوٹ ہے۔ یہ کہنا بہت بڑی بھول ہے۔ سن لیجئے کہ پاکستان کا آئین مکمل طور پر اسلامی نہیں۔ قرارداد مقاصد میں "لا الہ الا اللہ" موجود ہے "محمد رسول اللہ" موجود نہیں۔ یوں ہمارا آئین نصف اسلامی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی آئین کی طرف ہم نے قدم اٹھایا ہے۔ اصل رکاوٹ تو یہ ہے جو نہ ضیاء الحق ہی سے دور ہو سکی نہ نواز شریف سے۔ جب تک عملاً قانون سازی قرآن و سنت سے باہر ہو گی' اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکتا۔

اب اس بات کی طرف آیئے کہ Popular Sovereignty اور سیکولرازم کے بنیادی مقاصد اسلامی ریاست کے خلاف ہیں۔ اسلامی ریاست کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مکمل طور پر شہریت صرف مسلمان کو حاصل ہوتی ہے۔ غیر مسلم "ذمی" کہلاتے ہیں۔ ذمی' ذمہ سے نکلا ہے۔ مسلمان ان کی جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کو شخصی آزادی اور اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت بھی ہوتی ہے لیکن وہ اسلامی ریاست کی قانون سازی کے عمل میں شریک نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ قرآن و سنت کے منکر ہیں اور منکرین قرآن و سنت اسلامی قانون کیسے بنا سکتے ہیں۔ لہٰذا غیر مسلم اسلامی قانون سازی اور اعلیٰ سطحی اجلاسوں میں شرکت نہیں کر سکتا۔ اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ دنیا کے کسی بھی نظام حکومت میں یہ تین باتیں شامل کر دیجئے' وہ خلافت ہو جائے گا۔ اول قانون سازی' قرآن و سنت کی بنیاد پر۔ دوسرے مکمل حکمرانی اللہ تعالیٰ کی اور تیسرے مکمل شہریت صرف مسلمان کی۔

اب آیئے پارلیمنٹ یعنی مجلس قانون ساز کی طرف۔ کہا جاتا ہے کہ پارلیمنٹ کی موجودہ شکل مطابق اسلام نہیں ہے۔ یہ درست نہیں۔ اگر اس سوچ کی بنیاد چودہ سو یا ہزار سال پہلے کا نظام خلافت ہے تو سن لیجئے کہ آج حالات بدل چکے ہیں۔ ہمیں نئے سرے سے قرآن و سنت کی روشنی میں قوانین بنانے ہوں گے۔ جن قوانین کے بارے میں قرآن و سنت سے روشنی نہ ملے' ان کے لئے اجتہاد کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اجتہاد مسلسل۔ سوال ہے کہ یہ اجتہاد کون کرے گا؟ اس کا جواب علامہ اقبال نے دیا تھا کہ "آج کے دور میں اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ ہو گا"۔ جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ اجتہاد صرف اہل علم اور متقی ہی کر سکتے ہیں تو عرض ہے کہ علم و تقویٰ کو ہم ماپ نہیں سکتے۔ معلوم ہوا کہ اجتہاد ہر صائب الرائے شخص کر سکتا ہے۔ سوال ہے کہ کس کا اجتہاد نافذ ہو گا؟ کیا اس کا حق خلیفہ کو ہو گا یا قاضی' چیف جسٹس کو؟ نہیں' اس کا حق پارلیمنٹ کو ہو گا' البتہ اس کے اوپر عدالت موجود ہو

گی۔پارلیمنٹ کے فیصلوں کو خلافت شریعت سمجھنے والے عدالت سے رجوع کر سکیں گے۔

یہاں اس بات کو سمجھ لیجئے کہ اسلام میں قانون سازی کا اسکوپ کیا ہے اور جمہوریت اور اسلام میں امتزاج کتنا ہے۔اسے ایک مثال سے واضح کروں گا۔ایک گھوڑے کو سو گز لمبی رسی سے باندھ دیا جائے تو وہ سو گز کے قطر میں آزاد ہے، جتنی دور چاہے دوڑے، بھاگے، جائے لیکن ۱۰۱ ویں گز میں نہیں جا سکتا۔یہی اس کی حد ہے اور یہی اسلامی حدود کا تصور ہے۔اسلام نے ہمیں جتنی آزادی دی ہے وہی ہماری حد ہے۔اسلامی شریعت کا اصول ہے کہ ہر شے مباح ہے جب تک اس کی حرمت ثابت نہ ہو جائے۔یہ نہیں کہ ہر شے حرام ہے جب تک اس کو حلال ثابت نہ کر دیں۔لہٰذا مباحات کے ضمن میں جمہوریت کو قبول کیا جا سکتا ہے۔جو بات خلاف اسلام ہو اسے نکال دیجئے، جو خلاف اسلام نہ ہو قبول کر لیجئے۔یہی ہماری حدود ہیں۔

دوسری بات یہ کہ باہمی مشاورت کا نظام کیا ہو گا؟ عرض ہے کہ اب قبائلی نظام وغیرہ تو رہا نہیں۔کچھ ریفرنڈم کی طرح کا طریقہ ہو سکتا ہے، پھر الیکشن کی نوبت آئے گی۔ان میں حق رائے دہی مسلمانوں کو حاصل ہو گا۔حق رائے دہی باشعور لوگوں کو ہی حاصل ہونا چاہئے اور میرے نزدیک شعور کی پختگی کی عمر چالیس سال ہے۔دوسری بہت بڑی بات یہ ہے کہ اسلام میں امیدواری (Candidature) حرام ہے۔لیکن یہ ذاتی مقاصد کے لئے حرام ہے، قانونی طور پر حرام نہیں۔اس کے لئے تزکیہ الشہود کا طریقہ اپنانا ہو گا۔امیدوار کو اپنی پوزیشن واضح کرنی ہو گی کہ اس کے پاس اتنی مال و دولت کہاں سے آئی، اس کا کردار کیسا ہے؟ وغیرہ۔چوتھے کہا جاتا ہے کہ جماعتی نظام اسلام میں حرام ہے۔بالکل نہیں ہے۔پارٹی بنائیں، منشور بنائیں۔شرط صرف یہ ہے کہ منشور قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ہر امیدوار اپنے جماعتی منشور کے مطابق رائے دے گا۔ہارس ٹریڈنگ نہیں کر سکے گا۔یہ ہے اسلام کا سیاسی و ریاستی ڈھانچہ۔

اب میں کچھ باتیں کراچی کے حوالے سے گوش گزار کروں گا۔پاکستان کی سالمیت اصولی اعتبار سے اس مسئلے کے ساتھ وابستہ ہو گئی ہے جس کا دو "کاف" سے تعلق ہے۔ایک کاف اوپر یعنی کشمیر اور ایک کاف نیچے کراچی۔ میرا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ ہمیں چھوٹے صوبے بنانے چاہئیں۔اس کے لئے جغرافیائی اور انتظامی کے ساتھ ساتھ لسانی، ثقافتی اور نسلی عوامل کو بھی سامنے رکھنا ہو گا۔دوسرے پارلیمانی نظام کو دو طلاقیں دے کر صدارتی نظام نافذ کرنا چاہئے۔

کراچی کے مسئلے کے سلسلے میں، میں نے الطاف حسین سے ملاقات کی۔انہوں نے متحمل انداز میں میری باتیں سنیں۔میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت پریشان اور مایوس ہیں، حکومت سے بھی اور اپوزیشن سے بھی اور سب سے بڑھ کر افواج پاکستان سے۔ان کو صرف باہر سے امید ہے۔ان کا کہنا ہے کہ پاکستان کے باشعور، سیاسی شعور رکھنے والے شہری احتجاجاً پاکستان چھوڑ کر باہر آ جائیں اور یہاں مل کر احتجاج کریں۔یوں بیرونی دنیا تک اپنا احتجاج پہنچائیں۔دوسرے وہ صوبوں کی بات کرتے ہیں۔میں نے کہا کہ آپ کی طرف سے محض ایک دو بیانات اس سلسلے میں آئے ہیں۔آپ اس پر کھل کر بات کریں۔تو وہ کہنے لگے کہ ہم یہ بات اس لئے کھل کر نہیں کرتے کہ ہمارے پاس اتنی طاقت نہیں۔اس کا نام لیتے ہی ایسی خون ریزی ہو گی اور اتنی لاشیں گریں گی جن کو اٹھانے کے لئے ہمارے پاس وسائل نہیں۔میں نے ان سے کہا کہ آپ جہاں پر اس تحریک کو لے آئے ہیں اور مہاجر طبقے کا خون بہایا جا رہا ہے اس سے دو اندیشے بڑی بری طرح محسوس کئے جا رہے ہیں۔اول تو یہ کہ لوگ تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق حکومت کے خلاف اور فوج کے سامنے اٹھ کھڑے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تنگ آ کر وہ اپنی

ہی قیادت کی گردنیں ناپیں جنہوں نے انہیں یہاں تک پہنچایا ہے۔ انہوں نے مجھ سے اتفاق کیا کہ ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے' یہ ممکن ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ اس قدر پریشان اور مشکل میں ہیں کہ اتنی سخت بات بھی ان کے ردعمل کا باعث نہیں بنی۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ تو یہ توقع کر رہے ہیں کہ یہاں باہر سے آپ کی شنوائی ہو گی۔ یہ بھی امکان ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ طاقتیں آپ کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کریں' آپ کے ذریعے حکومت کو بلیک میل کر کے اپنا مقصد حاصل کریں اور پھر آپ کو بھی دھتکار دیں۔

خدا کے لئے میری دس بارہ برس پہلے کہی ہوئی ان باتوں پر غور کریں کہ اولاً تسلیم کیجئے کہ جب تک پاکستان میں اسلامی نظام نہیں آئے گا' یہ سب کچھ ہو گا جو ہو رہا ہے بلکہ معاملہ زیادہ گھمبیر ہو تا جائے گا۔ دوسرے تمام پاکستان کی بات کیجئے' تمام پاکستان کے لئے چھوٹے صوبوں کی بات کیجئے۔ اس میں خون ریزی نہیں ہو گی۔ لوگوں کو بتایئے کہ آپ ان کے مسائل حل کر سکتے ہیں۔ اور آخری بات۔ یہ کہ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اردو بولنے والے مہاجروں کی علیحدہ قومیت تشکیل پا چکی ہے اور اس کی ایک قیادت مستحکم ہو چکی ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ یہ قومیت ہماری سزا کے طور پر ہم پر مسلط ہو چکی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کو تسلیم کر کے ان کے حقوق انہیں دیں۔ تبھی ردعمل میں کمی آئے گی۔

آخر میں ڈاکٹر اسرار احمد نے حاضرین و مقررین کا شکریہ ادا کیا اور رات گئے پہلی عالمی احیاء خلافت کانفرنس اختتام کو پہنچی۔ ○○

33

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جامعہ لاہور الاسلامیہ '۹۔ بابر بلاک 'نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں

مورخہ ۱۳/ دسمبر ۱۹۹۵ء بمطابق ۱۹/ رجب ۱۴۱۶ھ بروز بدھ

(بعد نماز عصر تا بعد نماز عشاء)

محفل تجوید و قراءت

منعقد ہو گی' جس میں بین الاقوامی شہرت یافتہ ملکی و غیر ملکی قراء کرام شرکت فرمائیں گے

○ شرکت کی عام دعوت ہے ○ طعام و قیام کا معقول انتظام ہو گا

الداعی : عبید اللہ غازی' متعلم کلیۃ القرآن' جامعہ لاہور الاسلامیہ

اشاریہ میثاق

(جلد ۴۳ و ۴۴)

جنوری ۹۵ء سے دسمبر ۹۵ء تک شائع شدہ مضامین کی مکمل فہرست

قرآنیات

اسرار احمد، ڈاکٹر

البدیٰ (منتخب نصاب کے سلسلہ وار دروس)

مباحث صبر و مصابرت

☆ قسط ۸۹ : سیرت مطہرہ میں صبر و مصابرت کے مختلف ادوار (۲)	جنوری ۹۴ء	ص ۵
☆ قسط ۹۰ : مدنی دور کے آغاز میں اہل ایمان کو پیشگی تنبیہ (۱)	اپریل ۹۴ء	ص ۵۱
☆ قسط ۹۱ : مدنی دور کے آغاز میں اہل ایمان کو پیشگی تنبیہ (۲)	مئی ۹۴ء	ص ۲۵
☆ قسط ۹۲ : مدنی دور کے آغاز میں اہل ایمان کو پیشگی تنبیہ (۳)	جون ۹۴ء	ص ۱۱
☆ قسط ۹۳ : نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ میں قتال فی سبیل اللہ کا آغاز (۱)	اگست ۹۴ء	ص ۵
☆ قسط ۹۴ : نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ میں قتال فی سبیل اللہ کا آغاز (۲)	ستمبر ۹۴ء	ص ۵۰
☆ قسط ۹۵ : نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ میں قتال فی سبیل اللہ کا آغاز (۳)	اکتوبر ۹۴ء	ص ۴۵
☆ قسط ۹۶ : صلح حدیبیہ ___ ایک عظیم فتح (۱)	جنوری ۹۵ء	ص ۵۱
☆ قسط ۹۷ : صلح حدیبیہ ___ ایک عظیم فتح (۲)	مئی ۹۵ء	ص ۴۰
☆ قسط ۹۸ : فتح مکہ ___ جاء الحق وزہق الباطل	جون ۹۵ء	ص ۱۷
☆ قسط ۹۹ : ام المسبحات ___ سورۃ الحدید (۱)	جولائی ۹۵ء	ص ۷
☆ قسط ۱۰۰ : ام المسبحات --- سورۃ الحدید (۱)(۲)	اگست ۹۵ء	ص ۴۹

سیرت و سوانح

اسرار احمد، ڈاکٹر

قیصر روم کے نام آنحضور ﷺ کا نامہ مبارک	نومبر ۹۴ء	ص ۵۴
تعلیمات مسیحؑ اور تعلیمات نبویؐ میں مطابقت و مماثلت	ستمبر ۹۵ء	ص ۷

ریاض الرحمٰن، پروفیسر

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ (۱) — جنوری ۹۵ء ص ۵۹

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ (۲) — فروری، مارچ ۹۵ء ص ۴۳

عبداللہ جان

حضرت علیؓ کی عظمت و شجاعت کا ایک اہم پہلو — فروری، مارچ ۹۵ء ص ۸۱

محبوب الحق عاجز

آنحضور ﷺ بحیثیت پیغمبر انقلاب (۱) — جنوری ۹۴ء ص ۳۶

آنحضور ﷺ بحیثیت پیغمبر انقلاب (۲) — فروری ۹۴ء ص ۴۹

محمد سجاد تترالوی

رسول اکرم ﷺ کی رفاہی منصوبہ بندی — فروری مارچ ۹۵ء ص ۵۱

حقیقت و حکمت دین

اسرار احمد، ڈاکٹر

روزہ اور دعا — فروری ۹۴ء ص ۵

روح اعتکاف اور عظمت لیلۃ القدر — فروری، مارچ ۹۵ء ص ۵

افتخار احمد بلخی، مولانا

ذکر الٰہی اور اشغال کی چند حکمتیں — اگست ۹۵ء ص ۳۸

قاسمی، مولانا اخلاق حسین

حسن عمل کی فضیلت اور اس میں مرد و زن کی برابری — جولائی ۹۵ء ص ۳۱

محمد سمیع

صیام و قیام رمضان المبارک — فروری، مارچ ۹۵ء ص ۸۷

محمد یونس جنجوعہ

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ؟ — جون ۹۵ء ص ۵۷

فصبرٌ جمیل — جولائی ۹۵ء ص ۵۱

دعوت و تحریک

اسرار احمد، ڈاکٹر

اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں تدریج اور اس کے تقاضے — مارچ ۹۴ء — ص ۷
اقامت دین کی جدوجہد --- فرض عین یا فرض کفایہ؟ — اپریل ۹۴ء — ص ۴۱
عالمی احیاء خلافت کانفرنس کی روداد اور "حزب التحریر" کے افکار و نظریات — ستمبر ۹۴ء — ص ۵
"حزب التحریر" کے افکار و نظریات --- ایک تنقیدی جائزہ — اکتوبر ۹۴ء — ص ۷
سالانہ اجتماع کے مقاصد اور ان کے حصول کا طریقہ — نومبر ۹۴ء — ص ۵
انقلابی تحریک کے کارکنوں کیلئے احیائی عمل کے مختلف گوشوں کا شعور ضروری ہے — دسمبر ۹۴ء — ص ۵
خلافت کی جانب رجوع اور اس کی حقیقت — دسمبر ۹۴ء — ص ۱۵
مرکزی انجمن خدام القرآن کے نظرثانی شدہ دستور کا مقدر — مئی ۹۵ء — ص ۷۰
تنظیم اسلامی کی دعوت (۱) — مئی ۹۵ء — ص ۱۷
تنظیم اسلامی کی دعوت (۲) — جون ۹۵ء — ص ۲۷
تنظیم اسلامی کی دعوت (۳) — جولائی ۹۵ء — ص ۱۷
تنظیم اسلامی کے داعی اور موسس کے بعد کیا؟ اور کون؟ — اکتوبر ۹۵ء — ص ۶۷

جمال الدین کاظمی

کیا اس وقت پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہے؟
اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد ضروری ہے یا نہیں؟ — جولائی ۹۴ء — ص ۴۵

جمیل الرحمٰن، شیخ

تنظیم اسلامی کے بارے میں تاثرات — نومبر ۹۴ء — ص ۶۲

سلیم احمد خان

تحریک جماعت اسلامی کا اصل تسلسل — جنوری ۹۵ء — ص ۶۷

شاہد مجید

تحریک اسلامی -- تنظیم نو کی ضرورت — ستمبر ۹۵ء — ص ۴۱

عاکف سعید

مولانا مودودی اور انتخابات — ستمبر ۹۵ء — ص ۴۴

عبدالرزاق

جہاد کا اعلان کیجئے اور لوگوں کو بیعت جہاد کی دعوت دیجئے!
(قاضی حسین احمد کے نام کھلا خط) — ستمبر ۹۵ء — ص ۳۱

لطف الرحمٰن خان

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کا تعارف	ستمبر ۹۵ء	ص ۶۹

مختار حسین فاروقی

اسلامی انقلاب --- آخری اور فیصلہ کن مرحلہ	اپریل ۹۵ء	ص ۶۲

مفتی محمود' مولانا

خلافت -- مقصد تخلیق آدم	اگست ۹۴ء	ص ۴۱

مہرانی' ابو عمیر

نظریہ انقلاب پر مخاطبین کا ردعمل	دسمبر ۹۴ء	ص ۲۳
انتخابی طریق کار نظام کی تبدیلی کے لئے کیوں مفید نہیں؟	مئی ۹۵ء	ص ۴۷

نجیب صدیقی

تنظیم اسلامی ہی کیوں؟	اگست ۹۴ء	ص ۷۴

☆ ☆ ☆

اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد ضروری ہے یا نہیں؟ (ایک استفتاء اور علماء کرام کے جوابات)	اگست ۹۴ء	ص ۳۳
رفقاء تنظیم اسلامی کے لئے چند لمحات فکریہ (اسلامی جمعیت طلبہ کے ایک فعال کارکن کا خط)	دسمبر ۹۴ء	ص ۵۰
انفرادی دعوت --- اہمیت' طریق کار اور مراحل (۱)	اگست ۹۵ء	ص ۵۶
انفرادی دعوت --- اہمیت' طریق کار اور مراحل (۲)	اکتوبر ۹۵ء	ص ۵۱

اسلامی نظام حیات

اسرار احمد' ڈاکٹر

اسلام اور سماجی انصاف	جنوری ۹۴ء	ص ۱۷
سماجی انصاف کا اولین تقاضا : ایک نیا اور منصفانہ بندوبست اراضی	جنوری ۹۴ء	ص ۲۶
خلافت' ملوکیت اور جاگیرداری	فروری ۹۴ء	ص ۲۱
اسلام کے دو معاشی نظام	مارچ ۹۴ء	ص ۲۱
اسلام کی دو سالانہ عیدیں اور فقراء و مساکین کا لحاظ	مارچ ۹۴ء	ص ۱۷

اشرف علی تھانوی' مولانا

بیاہ شادی کی رسوم اور ان کی شرعی حیثیت	اگست ۹۴ء	ص ۵۱

بیگم ڈاکٹر عبدالخالق

تہذیب الاطفال (۱)	اکتوبر ۹۵ء	ص ۷۲
تہذیب الاطفال (۲)	دسمبر ۹۵ء	ص ۲۹

جعفر شاہ پھلواروی

کیا جہیز دینا سنت ہے؟	جون ۹۵ء	ص ۴۹

خالد نذیر، چوہدری

اسلامی نظام عدل	جولائی ۹۵ء	ص ۴۲

عبدالرؤف، مفتی

عید کے موقع پر مصافحہ اور معانقہ	مارچ ۹۴ء	ص ۴۷

عبدالعزیز بخاری

علامہ اقبال اور پردۂ نسواں	جون ۹۵ء	ص ۴۰

فریدہ بنت اشتیاق

آزادیٔ نسواں کہ زمرد کا گلوبند؟	اپریل ۹۵ء	ص ۷۵

مظہر علی ادیب

"دل کا پردہ" -- ایک مغالطہ آمیز اصطلاح	مئی ۹۴ء	ص ۶۰
کیا پردہ محض رواج ہے؟	جولائی ۹۵ء	ص ۷۷

تفکر و تدبر (سلسلہ وار اخباری کالم)

اسرار احمد، ڈاکٹر

اسلام اور سماجی انصاف	جنوری ۹۴ء	ص ۱۷
سماجی انصاف کا اولین تقاضا: ایک نیا اور منصفانہ بندوبست اراضی	جنوری ۹۴ء	ص ۲۶
مسئلہ ملکیت زمین	فروری ۹۴ء	ص ۲۱
خلافت، ملوکیت اور جاگیرداری	فروری ۹۴ء	ص ۳۱
اسلام کے دو معاشی نظام	مارچ ۹۴ء	ص ۲۱
قاضی حسین احمد سے اتفاق اور اختلاف	اپریل ۹۴ء	ص ۹
"نیو ورلڈ آرڈر" کی اصل حقیقت اور مسیح دجال کا خروج	مئی ۹۴ء	ص ۳۳
تقسیم ہند: برطانوی منصوبہ یا الٰہی تدبیر؟	جولائی ۹۴ء	ص ۵

پاک بھارت کشیدگی: انگریز کی گھناؤنی سازش	جولائی ۹۴ء	ص ۲۶
پاک بھارت مفاہمت اور مسئلہ کشمیر	جولائی ۹۴ء	ص ۳۳
علامہ اقبال اور پاکستان	اگست ۹۴ء	ص ۱۷
نیا عالمی استعمار اور عالم مشرق	ستمبر ۹۴ء	ص ۴۱
مولانا مدنی، مولانا آزاد اور مولانا مودودی کے بارے میں میرا موقف	اکتوبر ۹۴ء	ص ۵۵
لندن کی عالمی خلافت کانفرنس	نومبر ۹۴ء	ص ۱۲
"خلافت" کی جانب رجوع اور اس کی حقیقت	دسمبر ۹۴ء	ص ۱۵
خلافت الٰہی سے خلافت مسلمین تک	جنوری ۹۵ء	ص ۳۹

ملکی، ملی و سیاسی مسائل

اسرار احمد، ڈاکٹر

پاکستان کی داخلی و خارجی صورت حال کے بارے میں تجزیہ (پ ر)	مارچ ۹۴ء	ص ۵
نیو ورلڈ آرڈر اور مسئلہ کشمیر (پ ر)	اپریل ۹۴ء	ص ۵
نیو ورلڈ آرڈر، مسئلہ کشمیر اور ہماری خارجہ پالیسی	مئی ۹۴ء	ص ۵
کیا پاکستان کے خاتمے کا آغاز ہو چکا ہے؟ (پ ر)	جون ۹۴ء	ص ۵
پاکستان کی سالمیت اور مسئلہ سندھ (پ ر)	جون ۹۴ء	ص ۷
امریکی عیاری کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جانا چاہئے! (پ ر)	جون ۹۴ء	ص ۹
تقسیم ہند: برطانوی منصوبہ یا الٰہی تدبیر؟	جولائی ۹۴ء	ص ۵
پاک بھارت کشیدگی: انگریزوں کی گھناؤنی سازش	جولائی ۹۴ء	ص ۲۶
پاک بھارت مفاہمت اور مسئلہ کشمیر کا حل	جولائی ۹۴ء	ص ۳۳
علامہ اقبال اور پاکستان	اگست ۹۴ء	ص ۱۷
نیا عالمی استعمار اور عالم مشرق	ستمبر ۹۴ء	ص ۴۱
ملکی حالات پر امیر تنظیم اسلامی کا تبصرہ (پ ر)	نومبر ۹۴ء	ص ۷۰
احوال و ظروف (خطابات جمعہ کے پریس ریلیز)	دسمبر ۹۴ء	ص ۷۵
سقوط ڈھاکہ کا سانحہ فاجعہ	جنوری ۹۵ء	ص ۵
آج پھر وہی حالات ہیں جن میں ملک دولخت ہوا تھا (پ ر)	جنوری ۹۵ء	ص ۷۳
پاکستان میں شیعہ سنی مفاہمت کی اہمیت اور اس کے لئے ٹھوس اور موثر اساس	اپریل ۹۵ء	ص ۷
اسلامی قانون کی تنفیذ اور فقہی و گروہی اختلافات	اپریل ۹۵ء	ص ۴۷
ملکی و بین الاقوامی حالات پر تبصرہ (خطابات جمعہ کے پریس ریلیز)	مئی ۹۵ء	ص ۱۳

سانحہ چرار شریف اور حادثۂ عمران خان — جون ۹۵ء — ص ۷
پاکستانی مسیحیوں کی خدمت میں چند گزارشات — اگست ۹۵ء — ص ۷
مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے ضمن میں ایک عملی تجویز اور تنظیم اسلامی کی پیشکش — اکتوبر ۹۵ء — ص ۷
کشمیر اور کراچی کا مسئلہ ---ایک قابل عمل فارمولا — نومبر ۹۵ء — ص ۲
ملکی و ملی مسائل کے بارے میں امیر تنظیم کا نقطہ نظر (پ ر) — دسمبر ۹۵ء — ص ۵
امریکی معاشرے کے نئے رجحانات اور تارکین وطن کیلئے لمحہ فکریہ — دسمبر ۹۵ء — ص ۷

اسرار عالم

عالم اسلام کی اقتصادی اور سیاسی صورت حال: ایک چشم کشا جائزہ اور مجوزہ حل — فروری مارچ ۹۵ء — ص ۲۲

جمیل الرحمٰن، شیخ

ہم کہاں کھڑے ہیں؟ — اکتوبر ۹۴ء — ص ۷۱

رفاقت علی شاہد (مرتب)

"ملکی سالمیت اور کراچی کا مسئلہ"
(تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام سیمینار کی روداد) — اگست ۹۵ء — ص ۶۷
عالمی احیاء خلافت کانفرنس کی مفصل روداد — دسمبر ۹۵ء — ص ۴۷

فرزانہ ناز

سانحہ چرار شریف : پاکستان کے لئے لمحہ فکریہ — جولائی ۹۵ء — ص ۷۵

توضیحات و تنقیحات

اسرار احمد، ڈاکٹر

حساب کم و بیش (بعض ذاتی اور مالی و معاشی کوائف) — جون ۹۴ء — ص ۱۹
"حزب التحریر" کے افکار و نظریات---ایک تنقیدی جائزہ — اکتوبر ۹۴ء — ص ۷

افکار و آراء (مراسلات وغیرہ)

رحمت اللہ بٹر

سیکولر سیاست دان اور مذہبی راہنماؤں کی خدمت میں — ستمبر ۹۴ء — ص ۵۹

عبد العزیز بخاری

علامہ اقبال کے ایک شعر کی تشریح — دسمبر ۹۴ء — ص ۴۱

عبدالودود خان
سود کے خاتمے سے گریز کیوں؟ — اگست ۹۴ء — ص ۶۷
عبدالوہاب، بھائی
ڈاکٹر سہراب اسلم کے نام خط — نومبر ۹۵ء — ص ۶۲
محمد ابراہیم انصاری
تعاون علی البر کی ایک مثال — نومبر ۹۵ء — ص ۸۰
محمد سمیع
ضرب مومن کے لئے شمشیر قرآنی کا استعمال ضروری ہے — دسمبر ۹۴ء — ص ۴۸
مختار حسین فاروقی
آپ سیکولر ہیں یا مسلمان؟ — ستمبر ۹۴ء — ص ۵۷

☆ ☆ ☆

شرعی پردہ --- ایک قابل تقلید مثال — دسمبر ۹۴ء — ص ۴۶
عربی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا چاہئے — نومبر ۹۵ء — ص ۷۸

مشاہدات و تاثرات

ثریا عبدالوحید
تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست
(تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کے چوتھے سالانہ اجتماع کے بارے میں تاثرات) — جون ۹۵ء — ص ۷۱
جمیل الرحمٰن، شیخ
تنظیم اسلامی کا بیسواں سالانہ اجتماع --- چند احساسات و تاثرات — نومبر ۹۵ء — ص ۶۵
راشد حفیظ
لذت ایں بادہ نہ دانی بخدا تانہ چشی
(امیر تنظیم کے دورۂ ترجمہ قرآن کے بارے میں تاثرات) — اپریل ۹۴ء — ص ۶۳
عاکف سعید
سہ روزہ مشاورتی اجتماع --- ایک جائزہ — مئی ۹۵ء — ص ۳

فریدہ بنت اشتیاق

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے (سالانہ اجتماع کے بارے میں ایک رفیقہ تنظیم کے تاثرات)	دسمبر ۹۴ء	ص ۷۱

رفتارِ کار (تنظیمی و دعوتی سرگرمیاں)

ناظم حلقہ سندھ و بلوچستان کا نو روزہ دورۂ سندھ	جنوری ۹۴ء	ص ۵۱
دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام (فیروز والا)	جنوری ۹۴ء	ص ۵۹
دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام (سیالکوٹ)	فروری ۹۴ء	ص ۴۵
دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام (کھاریاں)	فروری ۹۴ء	ص ۴۷
سہ روزہ علاقائی اجتماع حلقہ سندھ و بلوچستان	مارچ ۹۴ء	ص ۵۶
TINA کی تشکیل نو اور نیویارک، نیو جرسی تنظیم کی کارکردگی کا جائزہ	مئی ۹۴ء	ص ۶۵
ابوظبی میں سہ روزہ تربیت گاہ کا انعقاد	مئی ۹۴ء	ص ۷۶
امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ کراچی	جولائی ۹۴ء	ص ۷۰
کراچی میں دو روزہ تربیت گاہ	اگست ۹۴ء	ص ۷۷
دیار مغرب میں ۸۵ دن (امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ امریکہ و لندن)	ستمبر ۹۴ء	ص ۶۱
کراچی میں نقباء کی ایک روزہ تربیت گاہ	ستمبر ۹۴ء	ص ۷۷
سالانہ رپورٹ تنظیم اسلامی پاکستان	نومبر ۹۴ء	ص ۱۷
سالانہ رپورٹ تنظیم اسلامی بیرون پاکستان	نومبر ۹۴ء	ص ۳۹
سالانہ رپورٹ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین	نومبر ۹۴ء	ص ۴۶
حلقہ جنوبی پنجاب کے زیر اہتمام سہ روزہ علاقائی اجتماع	نومبر ۹۴ء	ص ۷۵
تنظیم اسلامی پاکستان کا انیسواں سالانہ اجتماع	دسمبر ۹۴ء	ص ۵۸
چودھری رحمت اللہ بٹر کا دورۂ متحدہ عرب امارات	دسمبر ۹۴ء	ص ۶۴
تنظیم اسلامی کراچی کا ماہانہ اجتماع	دسمبر ۹۴ء	ص ۶۷
رپورٹ تنظیم اسلامی بیرون پاکستان	جنوری ۹۵ء	ص ۷۵
حلقہ پنجاب (غربی) کے زیر اہتمام دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام	فروری مارچ ۹۵ء	ص ۹۵
کراچی میں امیر تنظیم اسلامی کی پریس کانفرنس اور رفقائے تنظیم کی "توبہ کی منادی"	فروری مارچ ۹۵ء	ص ۹۸
تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کا چوتھا سالانہ اجتماع	جون ۹۵ء	ص ۶۸
رفقاء تنظیم حلقہ غربی پنجاب کا چار روزہ دعوتی سفر	جون ۹۵ء	ص ۷۴

دودن امیر تنظیم اسلامی کی معیت میں	جولائی ۹۵ء	ص ۶۷
مرکزی سالانہ رپورٹ تنظیم اسلامی پاکستان	نومبر ۹۵ء	ص ۸
سالانہ کارکردگی رپورٹ تنظیم اسلامی پاکستان	نومبر ۹۴ء	ص ۱۷
تربیتی نظام تنظیم اسلامی پاکستان	نومبر ۹۴ء	ص ۳۹
سالانہ مالیاتی رپورٹ تنظیم اسلامی پاکستان	نومبر ۹۴ء	ص ۴۱
سالانہ رپورٹ تنظیم اسلامی بیرون پاکستان	نومبر ۹۴ء	ص ۴۳
سالانہ رپورٹ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین	نومبر ۹۴ء	ص ۵۴

دورۂ ترجمہ قرآن

33/16/36

قرآن حکیم سے تجدید تعلق کی ملک گیر تحریک (مختلف شہروں سے موصول شدہ رپورٹوں کے آئینے میں)	اپریل ۹۴ء	ص ۶۹
دورۂ ترجمہ قرآن کے ملک گیر پروگراموں کی ایک جھلک	فروری مارچ ۹۵ء	ص ۹۰
قرآن اکیڈمی ملتان میں تجدید ایمان کی بہار	اپریل ۹۵ء	ص ۷۹

عرض احوال

میثاق کے ادارتی صفحات میں "عرض احوال" کے عنوان سے حافظ عاکف سعید صاحب کی تحریر شامل اشاعت ہوتی ہے۔

انگریزی مضامین

Israr Ahmad, Dr.

The Constitutional Model of an Islamic State — Feb.-Mar. 95

Sardar Sher Alam

The Role of Judiciary and the Objectives Resolution (I) — Jan. 94

The Role of Judiciary and the Objectives Resolution (II) — Feb. 94

The Role of Judiciary and the Objectives Resolution (III) — Mar. 94

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS &
SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS,
FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS
NTN
BEARINGS

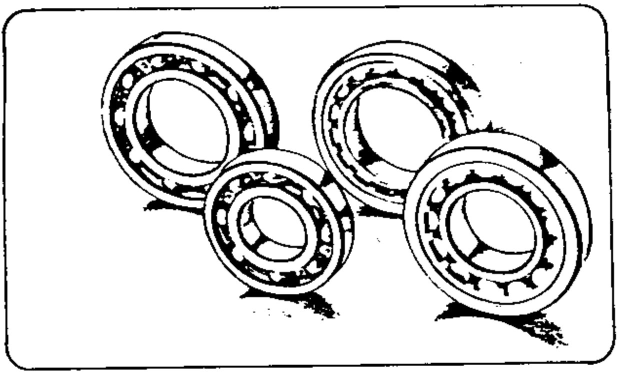

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : **(Opening Shortly)** Amin Arcade 42,
Brandreth Road, Lahore-54000
Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road,
Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Reg No L. 7360
Vol. 44 No.12
Dec. 1995

پاکستان کا سب سے زیادہ فروخت ہونے والا

جوہر جوشاندہ

فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی خراش کا مؤثر علاج

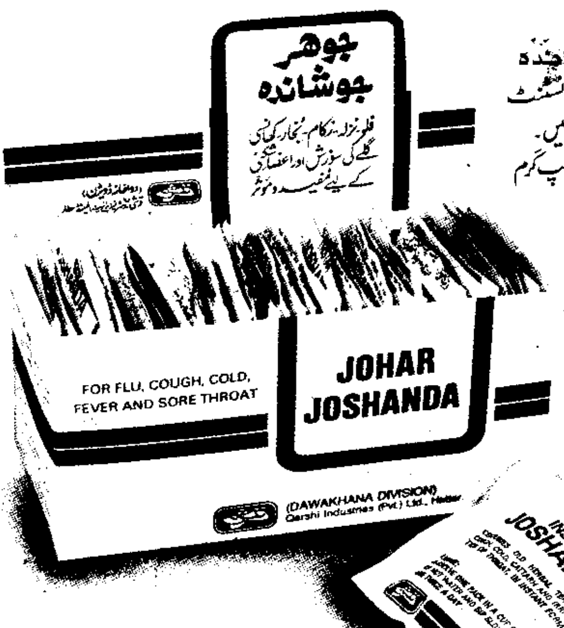

صدیوں سے آزمودہ جوشاندہ
اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ
جوہر جوشاندہ کی شکل میں۔
ترکیبِ استعمال: ایک کپ گرم
پانی یا چائے میں ایک پیکٹ
جوہر جوشاندہ ملائیں
اور جوشاندہ تیار۔
دن میں دو یا تین پیکٹ
جوہر جوشاندہ
استعمال کریں۔

آسان استعمال
مؤثر علاج

تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت